ماہنامہ
دخترانِ اسلام
لاہور
نومبر 2021ء

دعوت اور تبلیغ میں خواتین کا کردار

شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہرالقادری کا خصوصی خطاب

خلیفہ دوم سیدنا عمرِ فاروق رضی اللہ عنہ

عظمت و فضیلت شیخ سید عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ

علماء اسلام کو سائنسی انداز میں پیش کریں

کلامِ خدا بزبانِ مصطفی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

ذکرِ مصطفی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بزبانِ خدا

منہاج القرآن انٹرنیشنل کے زیر انتظام منعقدہ 38 ویں سالانہ عالمی میلاد کانفرنس

منہاج القرآن ویمن لیگ کے زیر اہتمام ربیع الاول پلان لانچنگ تقریب
چیئرمین سپریم کونسل ڈاکٹر حسن محی الدین قادری کا خصوصی خطاب

خواتین میں بیداریٔ شعور و آگہی کیلئے کوشاں

ماہنامہ دخترانِ اسلام لاہور

جلد: 28 شمارہ: 11/ ربیع الاول/ ربیع الثانی ۱۴۴۳ھ/ نومبر 2021ء

زیرِ سرپرستی
بیگم رفعت جبین قادری

چیف ایڈیٹر
قرۃ العین فاطمہ

ایڈیٹر
اُم حبیبہ اسماعیل

ڈپٹی ایڈیٹر
نازیہ عبدالستار

مجلس مشاورت

نوراللہ صدیقی، ڈاکٹر فوزیہ سلطانہ، ڈاکٹر نبیلہ اسحاق
ڈاکٹر شاہدہ مغل، ڈاکٹر فرخ سہیل، ڈاکٹر سعدیہ نصراللہ
مسز فریدہ سجاد، مسز فرح ناز، مسز حلیمہ سعدیہ
مسز راضیہ نوید، سدرہ کرامت، مسز رافعہ علی
ڈاکٹر زیب النساء سرویا، ڈاکٹر نورین روبی

رائٹرز فورم

آسیہ سیف، سعدیہ کریم، جویریہ سحرش
جویریہ وحید، ماریہ عروج، سُمیّہ اسلام

کمپیوٹر آپریٹر: محمد اشفاق انجم
گرافکس: عبدالسلام ــــ فوٹوگرافی: قاضی محمود الاسلام

فہرس

اداریہ		
(معاشی خوشحالی کے لیے امت کا اتحاد ضروری ہے)		4
فکرِ شیخ الاسلام		
دعوت اور تبلیغ میں خواتین کا کردار	مرتبہ: نازیہ عبدالستار	5
تربیتِ اولاد کی اہمیت	ڈاکٹر فرخ سہیل	8
کلامِ خدا بزبانِ مصطفیٰ ﷺ، ذکرِ مصطفیٰ ﷺ بزبانِ خدا	محمد شفقت اللہ قادری	12
امام احمد بن حنبلؒ امام اہلِ السنہ کے لقب سے مشہور ہوئے	ڈاکٹر شفاقت علی بغدادی	19
خلیفہ دوم سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ	سمیہ اسلام	24
عظمت و فضیلت شیخ سید عبدالقادر جیلانیؒ	سعدیہ کریم	27
علماء اسلام کو سائنسی انداز میں پیش کریں	مرتبہ: فاطمہ سعید	31
صبر و تحمل اور برداشت کی ضرورت و اہمیت	ہانیہ ملک	35
پریشانیوں کا حل	ویشاء وحید	37
گلدستہ: آپ ﷺ کی چشمِ مبارک سوجاتی مگر دل بیدار رہتا	مرتبہ: حافظہ سحر عنبرین	39

مجلّہ دخترانِ اسلام میں آنے والے جملہ پرائیویٹ اشتہار خلوص نیت سے شائع کئے جاتے ہیں، ادارہ کی کسی کاروبار میں شراکت ہے اور نہ ہی ادارہ فریقین کے درمیان کسی بھی قسم کے لین دین کا ذمہ دار ہوگا۔

بدل اشتراک: آسٹریلیا، کینیڈا، مشرق بعید، امریکہ: 15 ڈالر، مشرق وسطیٰ، جنوب مشرقی ایشیا، یورپ، افریقہ: 12 ڈالر

ترسیل زرکا پتہ: منی آرڈر/ چیک/ ڈرافٹ بنام حبیب بنک لمیٹڈ منہاج القرآن برانچ اکاؤنٹ نمبر 01970014583203 ماڈل ٹاؤن لاہور

قیمت فی شمارہ 35/- روپے

سالانہ خریداری 350/- روپے

رابطہ: ماہنامہ دخترانِ اسلام 365 ایم ماڈل ٹاؤن لاہور فون نمبرز: 3-042-5169111 فیکس نمبر: 042-35168184

Visit us on: www.minhaj.info E-mail:sisters@minhaj.org

فرمان الٰہی

فَاسْتَجَبْنَا لَهٗ ۙ وَنَجَّيْنٰهُ مِنَ الْغَمِّ ؕ وَكَذٰلِكَ نُـْۨجِى الْمُؤْمِنِيْنَ. وَزَكَرِيَّآ اِذْ نَادٰى رَبَّهٗ رَبِّ لَا تَذَرْنِىْ فَرْدًا وَّاَنْتَ خَيْرُ الْوٰرِثِيْنَ. فَاسْتَجَبْنَا لَهٗ وَوَهَبْنَا لَهٗ يَحْيٰى وَاَصْلَحْنَا لَهٗ زَوْجَهٗ ؕ اِنَّهُمْ كَانُوْا يُسٰرِعُوْنَ فِى الْخَيْرٰتِ وَيَدْعُوْنَنَا رَغَبًا وَّرَهَبًا ؕ وَكَانُوْا لَنَا خٰشِعِيْنَ.

(الانبیاء، ۲۱: ۸۸۔۹۰)

’’پس ہم نے ان کی دعا قبول فرما لی اور ہم نے انہیں غم سے نجات بخشی، اور اسی طرح ہم مومنوں کو نجات دیا کرتے ہیں۔ اور زکریا (علیہ السلام کو بھی یاد کریں) جب انہوں نے اپنے رب کو پکارا: اے میرے رب! مجھے اکیلا مت چھوڑ اور تو سب وارثوں سے بہتر ہے۔ تو ہم نے ان کی دعا قبول فرما لی اور ہم نے انہیں یحیٰی (علیہ السلام) عطا فرمایا اور ان کی خاطر ان کی زوجہ کو (بھی) درست (قابلِ اولاد) بنا دیا۔ بے شک یہ (سب) نیکی کے کاموں (کی انجام دہی) میں جلدی کرتے تھے اور ہمیں شوق و رغبت اور خوف وخشیّت (کی کیفیتوں) کے ساتھ پکارا کرتے تھے، اور ہمارے حضور بڑے عجزو نیاز کے ساتھ گڑگڑاتے تھے۔‘‘

فرمان نبوی ﷺ

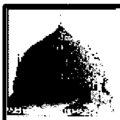

عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللهِ رضي الله عنهما قَالَ: قُلْتُ: يَا رَسُوْلَ اللهِ بِأَبِي أَنْتَ وَأُمِّي، أَخْبِرْنِي عَنْ أَوَّلِ شَيْءٍ خَلَقَهُ اللهُ تَعَالَى قَبْلَ الْأَشْيَاءِ؟ قَالَ: يَا جَابِرُ، إِنَّ اللهَ تَعَالَى قَدْ خَلَقَ قَبْلَ الْأَشْيَاءِ نُوْرَ نَبِيِّكَ مِنْ نُوْرِهِ، فَجَعَلَ ذٰلِكَ النُّوْرَ يَدُوْرُ بِالْقُدْرَةِ حَيْثُ شَاءَ اللهُ تَعَالَى، وَلَمْ يَكُنْ فِي ذٰلِكَ الْوَقْتِ لَوْحٌ وَلَا قَلَمٌ، وَلَا جَنَّةٌ وَلَا نَارٌ، وَلَا مَلَكٌ وَلَا سَمَاءٌ، وَلَا أَرْضٌ وَلَا شَمْسٌ وَلَا قَمَرٌ، وَلَا جِنِّيٌّ، وَلَا إِنْسِيٌّ، فَلَمَّا أَرَادَ اللهُ تَعَالَى أَنْ يَخْلُقَ الْخَلْقَ قَسَمَ ذٰلِكَ النُّوْرَ أَرْبَعَةَ أَجْزَاءٍ: فَخَلَقَ مِنَ الْجُزْءِ الْأَوَّلِ الْقَلَمَ، وَمِنَ الثَّانِي: اللَّوْحَ وَمِنَ الثَّالِثِ: الْعَرْشَ، ثُمَّ قَسَمَ الْجُزْءَ الرَّابِعَ أَرْبَعَةَ أَجْزَاءٍ فَخَلَقَ مِنَ الْأَوَّلِ: حَمَلَةَ الْعَرْشِ، وَمِنَ الثَّانِي: الْكُرْسِيَّ وَمِنَ الثَّالِثِ: بَاقِيَ الْمَلَائِكَةِ، ثُمَّ قَسَمَ الْجُزْءَ الرَّابِعَ أَرْبَعَةَ أَجْزَاءٍ، فَخَلَقَ مِنَ الْأَوَّلِ: السَّمٰوَاتِ، وَمِنَ الثَّانِي: الْأَرْضِيْنَ وَمِنَ الثَّالِثِ: الْجَنَّةَ وَالنَّارَ ...... الحديث. رَوَاهُ عَبْدُ الرَّزَّاقِ.

’’حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما سے مروی ہے فرمایا کہ میں نے بارگاہِ رسالت مآب ﷺ میں عرض کیا: یا رسول اللہ! میرے ماں باپ آپ پر قربان! مجھے بتائیں کہ اللہ تعالیٰ نے سب سے پہلے کس چیز کو پیدا کیا؟ حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: اے جابر! بے شک اللہ تعالیٰ نے تمام مخلوق (کو پیدا کرنے) سے پہلے تیرے نبی کا نور اپنے نور (کے فیض) سے پیدا فرمایا، یہ نور اللہ تعالیٰ کی مشیت سے جہاں اس نے چاہا سیر کرتا رہا۔ اس وقت نہ لوح تھی نہ قلم، نہ جنت تھی نہ دوزخ، نہ (کوئی) فرشتہ تھا نہ آسمان تھا نہ زمین، نہ سورج تھا نہ چاند، نہ جن تھے اور نہ انسان، جب اللہ تعالیٰ نے ارادہ فرمایا کہ مخلوق کو پیدا کرے تو اس نے اس نور کو چار حصوں میں تقسیم کر دیا۔ پہلے حصہ سے قلم بنایا، دوسرے حصہ سے لوح اور تیسرے حصہ سے عرش بنایا۔ پھر چوتھے حصہ کو (مزید) چار حصوں میں تقسیم کیا تو پہلے حصہ سے عرش اٹھانے والے فرشتے بنائے اور دوسرے حصہ سے کرسی اور تیسرے حصہ سے باقی فرشتے پیدا کئے۔ پھر چوتھے حصہ کو مزید چار حصوں میں تقسیم کیا تو پہلے حصہ سے آسمان بنائے، دوسرے حصہ سے زمین اور تیسرے حصہ سے جنت اور دوزخ بنائی ...... یہ طویل حدیث ہے۔‘‘

(المنہاج السوی من الحدیث النبوی ﷺ، ص ۵۶۶، ۵۶۷)

خواب

تم ہو آپس میں غضب ناک، وہ آپس میں رحیم
تم خطاکار و خطابیں، وہ خطا پوش و کریم
چاہتے سب ہیں کہ ہوں اوجِ ثریا پہ مقیم
پہلے ویسا کوئی پیدا تو کرے قلبِ سلیم
(کلیاتِ اقبال، بانگِ درا، ص:۲۵۷)

تعبیر

جمہوریت، رگ و ریشے میں پیوست ہے اور ہم نے ہمیشہ مساوات، اخوت اور استقلال کو پیشِ نظر رکھا ہے۔ اسلام میں کوئی ایسا موقع و محل نہیں ہے جہاں کوئی فردِ واحد اپنی من مانی کر سکے۔
(میمن چیمبر آف کامرس، بمبئی، 27 مارچ 1947ء)

تکمیل

ایک بے نماز اور بے عمل شخص اسلامی انقلاب کی بات کرے اس سے بڑا دھوکہ کوئی نہیں ہوسکتا۔ خدارا یہ ظلم اس مشن پر نہیں ہونا چاہیے۔ میں پر امید ہوں کہ جہاں آپ پہلے ہی سے بفضلہٖ تعالیٰ حسنِ عمل سے بہرہ ور ہیں مشن سے وابستگی کی بناء پر عہد کریں کہ مرجائیں گے مگر نماز نہیں چھوڑیں گے، مرجائیں گے مگر روزہ نہیں چھوڑیں گے، مرجائیں گے مگر امرو نہی پر عمل کی پابندی ترک نہیں کریں گے، حلال وحرام کے درمیان ہمیشہ امتیاز کریں گے۔ حلال وحرام کیا ہے؟ یہ آپ کے جسم کے ہر ہر رگ و ریشے میں رچ بس جانا چاہیے۔ اگر زندگی کے اندر کھانا، پینا، اٹھنا، بیٹھنا اور سونا جاگنا حرام سے عبارت ہو اور بات تقویٰ کی کریں تو یہ بڑا دھوکہ اور ظلم ہے۔ اللہ تعالیٰ ایسے لوگوں کی بات کو بے اثر و بے برکت کر دیتا ہے۔ (خطاب: شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہر القادری، بعنوان سفرِ انقلاب)

اداریہ

معاشی خوشحالی کے لئے امت کا اتحاد ضروری ہے

اس وقت پاکستان سمیت پورا عالم اسلام سیاسی، سماجی، معاشی، نظریاتی، فکری، تعلیمی، تربیتی بحرانوں میں گھرا ہوا ہے۔ عالم اسلام کو ایک منصوبہ بندی کے تحت تعلیمی، تحقیقی ترقی کے دھارے سے الگ رکھا گیا ہے اور اسے تقسیم در تقسیم اور انتشار کے عمل سے بھی گزارا جارہا ہے۔ اس وقت ایک ہی خطے کے اندر آباد مسلم ممالک جدا جدا سوچ رکھتے ہیں۔ زیادہ تر اسلامی ممالک کے باہمی تعلقات کشیدہ ہیں جبکہ عالم اسلام کو کمزور کرنے والے ملکوں کے ساتھ ان کے مثالی تعلقات ہیں۔ اس وقت عالم اسلام معدنی و افرادی قوت کے وافر وسائل رکھنے کے باوجود غربت اور جہالت کا شکار ہے۔ اگر ایک جملے میں امت مسلمہ کے مسائل کے حل کے لئے تجویز دی جائے تو وہ تجویز باہمی اتحاد ہے کہ عالم اسلام کو متحد اور یکجان ہونا چاہیے اور ایک دوسرے کی صلاحیتوں سے استفادہ کرتے ہوئے آگے بڑھنا چاہیے۔

دوسرا اہم ترین مسئلہ معیشت کا ہے۔ جس ملک کی معیشت کمزور ہوتی ہے اس کے نظریات اور اعتقاد بھی خطرات کی زد پر آجاتے ہیں۔ معاشی اعتبار سے کمزور قوموں کے لئے اپنے اقتدار اعلیٰ کا تحفظ کرنا بھی مشکل ہو جاتا ہے۔ اس وقت عالم اسلام کے بہت سارے ملک اقتصادی طور پر آسودہ اور خوشحال ہیں اور بہت سارے ملک غربت کی چکی میں بھی پس رہے ہیں اور عالمی مالیاتی اداروں کے پاس رہن پڑے ہوئے ہیں۔ اگر عالم اسلام متحد اور یکجا ہوتا تو پسماندہ اور ترقی پذیر ملک بھاری قرضوں کے سود کے بوجھ تلے نہ کراہ رہے ہوتے۔ اسلام عدل و انصاف کا نظام حیات ہے۔ اگر عالم اسلام خالصتاً قرآنی فکر پر متحد اور یکجا ہوتا تو کوئی ملک غریب نہ ہوتا۔ اسلام زندگی کے تمام پہلوؤں میں عدل سے کام لینے کی تعلیم دیتا ہے۔ اگر معاشی عدل کی بات کی جائے تو قرآن مجید نے خوشحالی کے کچھ اصول متعین کئے ہیں جن میں سے ایک اصول مال سے محبت کی نفی ہے۔ قرآن مجید میں اللہ رب العزت نے فرمایا کہ حب مال سے دور رہو۔ قرآن مجید چونکہ ایک پورا نظام حیات ہے اور وہ انسان کی نفسیات سے اچھی طرح آگاہ ہے اسی لئے اللہ رب العزت نے فرمایا کہ انسان مال کی محبت میں بہت سخت ہے اور اسی لئے مال سے محبت کرنے سے منع فرمایا ہے۔

آج کا مسلمان مال کی محبت میں اس قدر اندھا ہو چکا ہے کہ وہ غریب رشتہ داروں اور غریب ہمسایوں کی حالت زار سے لاعلم ہے۔ اگر قوم کے آسودہ حال افراد مال جمع کرنے کی بجائے اُسے جائز طریقے سے استعمال میں لائیں تو غربت سے نجات حاصل ہوسکتی ہے، آج اس امر کی اشد ضرورت ہے کہ آسودہ حال فضول خرچی سے پرہیز کریں، خرچ اور جمع کرنے میں اعتدال سے کام لیں، سود خوری سے بچیں، انفاق اور عفوودرگزر سے کام لیں، رزق حلال کی تلاش میں رہیں اور حرام سے دور رہیں، یتیموں اور مساکین کی کفالت کریں تو ایسے معاشروں پر اللہ کی بے پایاں رحمتوں کا نزول ہوگا۔ قومی سطح پر مالی آسودگی کا دوسرا بڑا ذریعہ تجارت کے جدید ذرائع اختیار کرنا ہے۔ ٹیکنالوجی پر انحصار بڑھانا ہوگا۔ اللہ نے پاکستان کو زرخیز زمینیں، وسیع و عریض سمندر، پہاڑ، سرسبز میدان اور معدنیات کے خزانوں سے نوازا ہے۔ ان تک رسائی کے لئے مطلوبہ تعلیم اور ہنر حاصل کرنے کی ضرورت ہے۔ اس کے لئے بھی عالم اسلام کو باہم محبت اور اخوت کے رشتے کو مضبوط کرنا ہوگا اور ایک دوسرے کی صلاحیتوں سے استفادہ کرنا ہوگا۔ تحریک منہاج القرآن اتحاد امت کی فی زمانہ سب سے بڑی تحریک ہے۔ شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہرالقادری نے ہمیشہ نفرتوں کے خاتمے اور بین المسالک ہم آہنگی کی ضرورت پر زور دیا ہے۔ اللہ رب العزت نے بھی حکم دیا ہے کہ تفرقے سے دور رہو۔ اسی حکم کی بجا آوری میں تحریک منہاج القرآن اتحاد امت کے لئے کوشاں ہے۔

فکرِ شیخ الاسلام

دعوت اور تبلیغ میں خواتین کا کردار

خدمت دین کو عام کرنے کے لیے ضروری ہے کہ ہر شخص داعی بنے

خاتون کے سنورنے سے معاشرے کو بہتر نسل میسر آئے گی

خطاب: شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہر القادری
مرتبہ: نازیہ عبدالستار

اعلان نبوت کے بعد آقا علیہ السلام کو وسائل کی ضرورت تھی۔ حضرت خدیجۃ الکبریٰؓ نے اپنا سارا سرمایہ آپ ﷺ کے قدموں میں نچھاور کردیا۔ جب آپ شعب ابی طالب میں تھے اس وقت آپ ﷺ کی عمر مبارک 50 برس کی تھی اس وقت آپ ﷺ اور آپ کے خاندان کو شعب ابی طالب میں قید کردیا گیا۔ اتنے مصائب و آلام آئے جن کا تصور نہیں کیا جاسکتا۔ حضرت خدیجۃ الکبریٰؓ بھی اس قید میں ساتھ تھیں۔ 3 سال کے بعد حضرت خدیجۃ الکبریٰؓ کا وصال ہوگیا۔ حضرت خدیجۃ الکبریٰؓ نے 13 برس تک مسلسل خدمت دین کے لیے خدمات دیں۔

ثابت ہوا کہ مشن مصطفیٰ ﷺ کا تھا اس کے لیے معاون حضرت خدیجۃ الکبریٰؓ تھیں۔ آپ تبلیغ کے لیے جاتے کفار پتھر برساتے، تیر اندازی کرتے، آپ کے جسد پاک کو لہولہان کرتے۔ طائف کے بازاروں کے بچے پتھروں کی بارش کرتے، قدم مبارک زخمی ہوجاتے جسم پاک لہولہان ہوجاتا اور اتنے زخمی ہوئے کہ قدم پاک اٹھانے کی سکت نہ رہتی اور پہاڑوں کا فرشتہ حاضر ہوا عرض کیا یارسول اللہ ﷺ! آپ ﷺ پر ظلم کی انتہا ہوگئی۔ اگر آپ کہیں تو طائف کی بستی کو دو پہاڑوں کے درمیان پیس کر تباہ کردوں۔ فرمایا نہیں میرے صبر کا پیمانہ ابھی لبریز نہیں ہوا۔ ان لوگوں نے مجھ پر پتھر برسائے ہیں۔ میں ان کی اولادوں سے امید رکھتا ہوں۔ آج مجھے نہیں پہچان رہے ممکن ہے کل پہچان جائیں۔

اس دکھ کے ساتھ گھر میں تشریف لاتے تو گھر حضرت خدیجۃ الکبریٰؓ مسکراتے چہرے کے ساتھ استقبال کرتیں۔ آپ ﷺ کو حوصلہ دیتیں۔ آپ ﷺ کے صبر میں شریک ہوتیں۔ آپ کے مشن میں شریک ہوتیں۔ یہ آپ کے لیے ڈھارس کا باعث ثابت ہوتا۔ اس طرح جب کبھی حضرت خدیجۃ الکبریٰؓ کو یاد کرتے بطور رشک حضرت ام المومنین عائشہ صدیقہؓ عرض کرتیں یارسول اللہ ﷺ! مدت ہوئی وہ انتقال کرگئیں مگر آپ ﷺ کو آج تک یاد آتی ہیں۔ آپ نے فرمایا: عائشہ! جتنا احسان حضرت خدیجۃ الکبریٰؓ نے اسلام پر کیا ہے میں اسے کیسے بھول سکتا ہوں۔ جب حضور علیہ السلام قربانی کرتے تو اس کا گوشت حضرت خدیجۃ الکبریٰ کی سہیلیوں کو بھیجتے۔ انہوں نے اسلام کے لیے اپنا مال وقف کرنے کی بنا پر اس کو محسنہ اسلام کا لقب دیا گیا یعنی اسلام پر احسان کرنے والی، محسن اسلام کا لقب صحابہ کرامؓ میں سے کسی کو نہیں دیا گیا مگر حضرت خدیجۃ الکبریٰؓ کو دیا گیا تو آپؐ نے خواتین کو اسلام کی خدمت کی سنت مہیا کی۔ اگر ہم چاہتے ہیں کہ مشن مصطفوی فروغ پائے۔ اسلام ایک عظیم قوت بن کر آگے بڑھے۔

مصطفوی انقلاب کا یہ قافلہ اپنی منزل مقصود تک پہنچے۔ ہمیں پھر سے حضرت خدیجۃ الکبریٰؓ کی سنت کو زندہ کرنا ہوگا۔ ہماری ماؤں، بہنوں اور بیٹیوں کو حضرت خدیجۃ الکبریٰؓ کی سنت پر چلنا ہوگا۔ اس کو پھر سے زندہ کرکے اسلام کے فروغ اور مصطفوی انقلاب کے لیے اپنے بھائیوں کے شانہ بشانہ چلنا ہوگا۔ حضرت عائشہ صدیقہؓ سے 8 ہزار صحابہؓ نے روایت کیا ہے اس لیے انہیں نصف دین کے نام سے تعبیر کیا جاتا ہے۔ یہ حضرت فاطمہؓ کی گود کا فیض ہے جس نے اسلام کو امام حسن و حسینؓ عطا کیے۔

دن کو چکی پیستی ساتھ قرآن مجید کی تلاوت کرتیں۔ خود مشکیزے بھر کر گھر لاتیں۔ جب غزوہ میں جنگی قیدی آئے تو حضرت فاطمہؓ اور مولا شیر خداؓ خود حضور علیہ السلام کی بارگاہ میں حاضر ہوئے اور اپنے ہاتھ دکھائے کہ ابا جان میرے ہاتھوں پر چکی پیس پیس کر نشان پڑ گئے ہیں اور پشت پر مشکیزے اٹھا اٹھا کر نشان پڑ گئے ہیں۔ آقا علیہ السلام نے پوچھا! بیٹا فاطمہ کہنا کیا چاہتی ہو؟ عرض کیا حضورﷺ ایک خادمہ مجھے بھی عنایت فرمادیں تا کہ گھر کے کام کاج میں میرا ہاتھ بٹھا دیا کرے۔ حضورﷺ نے فرمایا:

فاطمہؓ جہاں کئی قیدی آئے ہیں وہاں ابھی کئی گھرانے یتیم بھی ہوگئے ہیں جب تک ان یتیموں کے لیے کوئی سبیل نہیں کروں گا۔ اس وقت تک فاطمہ میں تمھیں کوئی باندی نہیں دے سکتا۔ حضرت فاطمہؓ دن بھر چکی پیتیں، امام حسن و حسینؓ کی تربیت کرتیں، امور خانہ داری نبھاتیں، خدمت دین کرتیں اور رات بھر نوافل ادا کرتیں۔ اللہ کے حضور سجدہ ریزیاں کرتیں، موسم سرما کی ساری رات، اللہ کی عبادت گزاری اور سجدہ ریزی میں بسر ہوجاتیں ادھر فجر کی اذان کا وقت ہوتا نماز مکمل کر کے ٹھنڈی آہ بھر کر کہتی مولا! کتنی چھوٹی راتیں بنائی ہیں کہ جی بھر کر سجدہ بھی نہیں کر پاتیں۔ لہذا ان کی زندگیوں میں کتنی مشکلات تھیں کتنی ریاضتیں تھیں، کتنے مجاہدے تھے اسلام کے لیے کتنی محبت تھی۔ ان کے دن کیسے گزرتے ان کی راتیں کیسے گزرتیں اگر ہم زندگیوں کے حالات کا ان سے موازنہ کرنا چاہیں تو موازنے کا تصور بھی نہیں کیا جا سکتا جو احسان انہوں نے اسلام اور حضور علیہ السلام کی امت پر کیا۔ ہم اس کا بدلہ جھکانا چاہیں ساری زندگی اسلام کی نذر کردیں۔ کبھی بھی حضرت فاطمہؓ کے ایک دن کے احسان کا بدلہ نہیں جھکا سکتے۔ بلکہ ان کے اس احسان کا بدلہ نہیں جھکایا جا سکتا۔ ان کی گود نے حضرت امام حسینؓ کو جنم دیا۔ حضرت فاطمہؓ کے اسوہ پر عمل اسی صورت پر ممکن ہے جب ہماری ماؤں، بہنوں کی گود تقویٰ کی نظر ہوجائے گی، اس سے جو تقویٰ ان کے اندر آئے گا وہ تقویٰ ان کے وجود تک نہیں رہے گا۔ یہ تقویٰ ان کی اولاد کو منتقل ہوگا۔ باپ کا تقویٰ اولاد کو کم منتقل ہوتا ہے۔ مگر ماں کا تقویٰ اولاد کو زیادہ منتقل ہوتا ہے۔ باپ کو اولاد کی تربیت کا کم موقع ملتا ہے۔ ماں کی گود اپنی اولاد کے لیے ایک مکتب ہے۔ ماں اپنی اولاد کے لیے تربیت گاہ ہے۔ بچوں کے بچپن سے لے کر نوجوانی تک یہ سارا زمانہ ماں کی گود اور تربیت کا زمانہ ہے۔ اس لیے آج ہمارے معاشرے میں خاتون سنور جائے تو معاشرے کو بیٹی میسر آئے گی، خاتون سنور جائے تو ایک بہن میسر آئے گی۔ خاتون سنور جائے تو ایک ماں میسر آئے گی، خاتون سنور جائے تو ایک معاشرہ کو ایک تربیت یافتہ نسل میسر آئے گی۔ جس سے پورے معاشرے کے اندر انقلاب آجائے گا۔ اس لیے حضور علیہ السلام نے فرمایا:

الجنة تحت اقدام امتها.

کہ جنت ماؤں کے قدموں کے نیچے ہے۔

یہ نہیں فرمایا کہ جنت باپ کے قدموں کے نیچے ہے۔ باپ کے لیے فرمایا اللہ کی رضا، باپ کی رضا میں ہے۔ اللہ کی ناراضگی باپ کی ناراضگی میں ہے، ماں کے لیے فرمایا اولاد کی جنت ماں کے قدموں تلے ہے۔ یہاں ماں کو ایک ذمہ داری سونپی جارہی ہے جبکہ اولاد کی ذمہ داری ہے کہ وہ ماں کی عزت کرے اگر والدین کم پڑھے لکھے ہیں، اولاد نوجوان ہوکر پڑھ لکھ گئے ہیں وہ سمجھیں کہ ہمارے والدین کم پڑھے لکھے ہیں شاید وہ عزت و احترام کے قابل نہیں رہے۔ نہیں ماں ماں ہے باپ، باپ ہے۔ والدین کی عزت ان کی تعلیم کی وجہ سے نہیں والدین کی عزت ان کی نیکی اور تقویٰ کی وجہ سے بھی نہیں۔ والدین کی عزت ان کی مالداری کی وجہ سے نہیں ہے فرمایا: اولاد کی ذمہ داری ماں باپ پر یہ ہے کہ ان کی جنت ماں کے قدموں تلے ہے۔ یہ ماں کے اختیار میں ہے اگر اللہ کا فضل ہو ماں چاہے تو وہ اولاد کی ایسی تربیت کرے کہ انھیں جنت کی راہ پر ڈال دے۔ اگر چاہے تو ایسی بری تربیت کرے کہ اسے دوزخ کی راہ پر ڈال دے۔ گھروں میں اچھا ماحول پیدا کرنا یا برا ماحول پیدا کرنا یہ زیادہ خاتون خانہ کے ہاتھ میں ہے۔ ماں اگر گھر کے ماحول کو نیکی والا ماحول کردے۔ دین والا اور اچھی تربیت والا ماحول کردے خود بخود ماں کی تربیت کے باعث اولاد جنت کے راستے پر چل پڑے گی۔

اولاد نیکی اور تقویٰ اور دین داری کی راہ پر چل پڑے گی اگر خود ماں گھر کے ماحول کو دین سے محروم کردے کیونکہ اولاد کا زیادہ وقت ماں کے پاس گزرتا ہے۔

حضور شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ کی پھوپھی ولیہ کاملہ تھیں، ایک دفعہ اس دور میں قحط پڑتا، بارش نہ ہو رہی تھی گاؤں کی عورتیں اکٹھی ہوکر آپ کے گھر آئیں اور عرض کیا، سخت پریشانی ہے کہ اتنے عرصہ سے بارش نہیں ہوئی۔ ہم نے نوافل ادا کیے ہیں، صلوٰۃ استسقاء پڑھی ہے، دعائیں مانگی ہیں مگر قحط ختم نہیں ہوا۔ آپؒ اللہ کے حضور دعا کریں۔ حضرت سیدنا غوث الاعظم کے پھوپھی اتنی بڑی عابدہ، زاہدہ تھیں کہ اٹھیں اور جھاڑو اٹھا کر اپنے صحن میں پھیر دیتی۔ پھر دعا مانگتی مولا! جھاڑو میں نے پھیر دیا ہے تو چھڑکاؤ کردے۔ اتنے کلمات پر بارش برستی۔

حضرت بابا فریدالدین گنج شکرؒ کا واقعہ ہے جب آپ جوان ہوئے ایک روز فرمانے لگے: امی جان! اللہ کا شکر ہے جب سے میں نے ہوش سنبھالا ہے۔ میری تہجد قضا نہیں ہوئی۔ ان کی ماں فرمانے لگیں بیٹا فرید! یہ تیرا کمال نہیں تیری ماں کے دودھ کا کمال ہے۔ جب سے تو پیدا ہوا ہے۔ رب ذوالجلال کی قسم میں نے بے وضو کبھی ایک بار بھی تجھے دودھ نہیں پلایا جب ماں ایسی ہو تو پھر بیٹا بابا فرید جیسا ہی پیدا ہوتا ہے۔ نیک اولاد و نسل کو پیدا کرنے کا احسان خواتین پر ہے۔ تحریک منہاج القرآن میں ویمن لیگ کو قائم کرنے کی ضرورت اس لیے محسوس ہوئی کہ اگر تحریک میں صرف مرد ہوں تو کوئی تحریک بھی منزل مقصود تک نہیں پہنچ سکتی کیونکہ مرد نے کبھی رات کو تبلیغ کے لیے جانا ہے کبھی دن کو زیادہ وقت باہر صرف کرنا ہے، کبھی مال و دولت خرچ کرنا ہے، اگر خاتون خانہ اس کے ساتھ تعاون کرنے والی نہ ہو تو مرد دو دن بھی دعوت کا کام نہیں کرسکتا۔

اگر مرد مشن کے فروغ کے لیے کام کرنا چاہیں وہ عورت کے تعاون سے 2 گنا کرسکتا ہے۔ اگر عورت تعاون کرے گی تو لامحالہ انسان کی اولاد بھی اس راہ پر چل پڑے گی تو رفتار 4 گنا ہوجائے گی۔ ویمن لیگ کا قائم کرنا اس لیے ضروری تھا ان کے بغیر کیونکہ مشن کا ایک بازو ہوتا اور ایک نہ ہو تو کبھی جسم سالم تصور نہیں کیا جاتا۔

تحریک منہاج القرآن کا مصطفوی انقلاب اسی صورت میں منزل مقصود تک پہنچے گا جب ہماری خواتین اسلام مائیں، بہنیں اور بیٹیاں، بھائیوں کے شانہ بشانہ چلیں گی۔ گھر کے اندر وہ انقلاب بپا کریں گی۔ مرد، مردوں تک پیغام پہنچائیں گے اور گھر گھر خواتین پیغام پہنچائیں گی۔ باطل طاقتوں سے ٹکر لے لیں گی۔ ایران کی تاریخ ہے کہ جب تک تنہا مرد شاہ ایران کی آمریت کے خلاف جدوجہد کرتے رہے انقلاب کے لیے راستہ صاف نہ ہوسکا۔ جب عورت باہر نکل آئیں اور عورتوں نے ایران کے انقلاب کے لیے سر پر کفن باندھ لیے۔ گولیاں چلیں، مرد بھی شہید ہوئے، عورتیں بھی شہید ہوئیں مگر قافلہ انقلاب آگے بڑھتا گیا۔ شاہ ایران کی گولیاں قافلہ کا راستہ نہ روک سکیں۔ پھر عورتوں اپنے معصوم بچوں کو سڑکوں پر لے آئیں۔ بچے شہید ہوئے۔ جب جوان بچے اور چھوٹے بچے شہید ہوکر گرے تو عورتوں نے دودھ پیتے بچے ہاتھوں میں اٹھا لیے۔ جب سب میدان میں آئے اس کے بعد اس انقلاب کا راستہ کوئی نہ روک سکا۔ شاہ ایران شکست کھا گیا اور قافلہ اپنی منزل تک پہنچا۔ یہ وہ کام ہے جو مرد تنہا نہیں کرسکتا۔ انقلاب اس وقت آیا جب ماں نے اپنی مامتا تک قربان کردی۔ مصطفوی انقلاب بھی بڑی قربانی کا تقاضا کرتا ہے۔

پاکستان کے معاشرے میں جو بددیانتی، رشوت، ڈاکہ زنی، لوٹ مار نظر آتی ہے اتنے بگڑے ہوئے معاشرے کو سنوارنا، ظلم کی بڑی طاقتوں سے ٹکرانا، یہ تنہا مردوں کی بات نہیں ہے جس میں 55 فیصد عورتیں ہیں۔ اگر مرد و عورتیں بچے اور بچیاں مل کر عزم مصمم کرکے انقلاب کی راہ پر چل پڑیں تو اس وقت دنیا کی کوئی طاقت مصطفوی انقلاب کا راستہ نہیں روک سکتی۔ یہ ماں کی مامتا ہے جو انقلاب بپا کرتی ہے۔ اس کا مقابلہ دنیا کی کوئی طاقت نہیں کرسکتی۔ پاکستان کا بڑا انحصار خواتین پر ہے۔ اگر خواتین انقلاب کا جھنڈا ہاتھ میں اٹھائیں گی ان شاء اللہ پہاڑ بھی اس کا راستہ نہیں روک سکیں گے۔ انقلاب کا جھنڈا خواتین کے ہاتھ میں ہوگا تو بڑی بڑی آندھیاں ان کا راستہ نہیں روک سکیں گی تب ان شاء اللہ پاکستان کا مقدر بدل کر رہے گا۔ مگر یہ انقلاب ہمیں اپنے اندر سے بپا کرنا ہے اور اپنے گھروں کے اندر بپا کرنا ہے۔ خدمت دین کے لیے خواتین کو گھروں سے نکلنا ہوگا۔ ہر ایک کو داعی بننا ہوگا۔ دین کی دعوت کو عام کرنا ہوگا۔

☆☆☆☆☆

تربیتِ اولاد کی اہمیت

بچے کی تعلیم و تربیت کی بنیادی ذمہ داری والدین پر عائد ہوتی ہے

بچے مستقبل ہیں، ان کی دینی و عصری تقاضوں کے مطابق تربیت ناگزیر ہے

ڈاکٹر فرخ سہیل

ہر شادی شدہ جوڑے کے لیے اولاد ایک نعمت ہوتی ہے اور اولاد کی نعمت سے محروم والدین میں اولاد کی قدر و قیمت کا احساس پایا جاتا ہے لیکن اولاد دینا یا نہ دینا، بیٹے دینا یا بیٹیاں عطا کرنا یہ اختیار صرف اللہ تعالیٰ کے پاس ہے جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

لِلّٰهِ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ط يَخْلُقُ مَا يَشَآءُ ط يَهَبُ لِمَنْ يَّشَآءُ اِنَاثًا وَّيَهَبُ لِمَنْ يَّشَآءُ الذُّكُوْرَ. اَوْ يُزَوِّجُهُمْ ذُكْرَانًا وَّاِنَاثًا ج وَيَجْعَلُ مَنْ يَّشَآءُ عَقِيْمًا ط اِنَّهٗ عَلِيْمٌ قَدِيْرٌ. (الشوریٰ،۴۲: ۴۹، ۵۰)

’’اللہ ہی کے لیے آسمانوں اور زمین کی بادشاہت ہے، وہ جو چاہتا ہے پیدا فرماتا ہے، جسے چاہتا ہے لڑکیاں عطا کرتا ہے اور جسے چاہتا ہے لڑکے بخشتا ہے۔ یا انہیں بیٹے اور بیٹیاں (دونوں) جمع فرماتا ہے اور جسے چاہتا ہے بانجھ ہی بنا دیتا ہے، بے شک وہ خوب جاننے والا بڑی قدرت والا ہے۔‘‘

اور ایک جگہ فرمایا: انہ علی حکیم بے شک وہی جانتا ہے اور قدرت بھی رکھتا ہے وہ خوب جانتا ہے کہ کسے بیٹا دینا اور کسے بیٹی دینی ہے اور کسے بانجھ رکھنا ہے۔

قرآن مجید نے مسلمانوں پر صرف اپنی اصلاح کی ذمہ داری ہی عائد نہیں کی بلکہ اپنے اہل و عیال اور اپنے عزیز و اقارب کی اصلاح و تربیت کی ذمہ داری بھی سونپی ہے جیسا کہ آقائے دو جہاں ﷺ، معلم اعظم، ہادی و رہبر کو بھی نبوت کے بعد جو سب سے پہلا تبلیغی حکم ملا تھا وہ اپنے قریبی خاندان والوں کو پند و نصائح کا تھا جیسا کہ قرآن مجید میں ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ

وَاَنْذِرْ عَشِيْرَتَكَ الْاَقْرَبِيْنَ. (الشعراء،۲۶:۲۱۴)

’’اور (اے حبیبِ مکرّم!) آپ اپنے قریبی رشتہ داروں کو (ہمارے عذاب سے) ڈرائیے۔‘‘

نبی مکرم و محترم ﷺ کے علاوہ بھی تمام انبیاء علیہم السلام کی یہی سنت رہی ہے کہ وہ اپنی تبلیغ کا آغاز اپنے گھر والوں سے ہی کرتے تھے۔ نہ صرف خود احکامات الٰہی پر کاربند ہوتے بلکہ اپنی امت کے ساتھ ساتھ اپنے عزیز و اقارب اور خاندان والوں کی دینی و اخلاقی تربیت پر بھرپور توجہ فرماتے جیسا کہ حضرت یعقوب علیہ السلام نے اپنی وفات سے پہلے اپنے بیٹوں کو طلب کیا اور انہیں وصیت فرمائی:

’’جب (یعقوبؑ) نے اپنے بیٹوں سے کہا کہ تم میرے بعد کس کی عبادت کرو گے؟ تو انہوں نے کہا کہ ہم اس ذات پاک کی پرستش کریں گے جس کی آپ اور آپ کے آباء ابراہیم، اسماعیل و اسحاق علیہم السلام کرتے آئے ہیں۔ یعنی وہی معبود جو وحدہ لاشریک ہے اور ہم اسی کی اطاعت پر قائم رہیں گے۔‘‘

اسی طرح حضرت ابراہیم علیہ السلام نے بھی اپنی اولاد کے لیے دعا فرمائی:

’’اے میرے پروردگار مجھے نماز کا پابند بنا اور میری اولاد کو بھی۔ اے ہمارے رب میری دعا قبول فرمالے۔‘‘

اسی طرح اہل ایمان کو اپنے قرابت داروں کی تربیت کا حکم ملا کہ

يَـٰٓأَيُّهَا الَّذِيۡنَ اٰمَنُوۡا قُوۡٓا اَنۡفُسَكُمۡ وَاَهۡلِيۡكُمۡ نَارًا.

’’اے ایمان والو! اپنے آپ کو اور اپنے اہل و عیال کو اس آگ سے بچاؤ۔‘‘ (التحریم،۶۶: ۶)

ایک اور ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ

وَاۡمُرۡ اَهۡلَكَ بِالصَّلٰوةِ وَاصۡطَبِرۡ عَلَيۡهَا.

’’اور آپ اپنے گھر والوں کو نماز کا حکم فرمائیں اور اس پر ثابت قدم رہیں۔‘‘ (طہٰ،۲۰: ۱۲۳)

اپنی اولاد کی تربیت کرنا ہر انسان کی ذمہ داری ہے اور دین اسلام میں یہ ایک مذہبی فریضہ ہے کہ اپنی اولاد کی تربیت کرنا ہر مسلمان کے لیے لازم ہے اور اس کی بنیادی وجہ یہ ہے کہ یہی بچے اگر تربیت یافتہ ہوں گے تو وقت اور عمر کے ساتھ ساتھ ان کی کردار سازی ہوتی رہے گی تو یہ اپنی بلوغت کے بعد والی زندگی میں ایک مسلمان کی اعلیٰ صفات کا مظہر بنیں گے۔ ان کی دنیا بھی روشن ہوگی اور آخرت میں بھی کامیاب و کامران رہیں گے اور اسی طرح وہ اپنی مستقبل میں آنے والی نسلوں کی درست انداز میں آبیاری کرسکیں گے۔ اسی لیے قرآن مجید میں ارشاد باری تعالیٰ ہورہا ہے:

اَلۡمَالُ وَالۡبَنُوۡنَ زِيۡنَةُ الۡحَيٰوةِ الدُّنۡيَا.

’’مال اور اولاد (تو صرف) دنیاوی زندگی کی زینت ہیں۔‘‘ (الکہف،۱۸: ۴۶)

حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

اپنی اولاد کو تین عادات سکھاؤ: اپنے نبی کی محبت اور ان کے اہلِ بیت اطہارؓ کی محبت سکھاؤ نیز ان میں قرآن کو سمجھ کر پڑھنے کا شغف پیدا کرو۔

چونکہ بچے ہمارا مستقبل ہیں جس کی وجہ سے ہمیں اپنے مستقبل کی بہتری کے لیے ہر دم بھرپور کوشش کرتے رہنا چاہیے۔ بچے کی اولین درسگاہ ماں کی گود ہے۔ لہذا ہر مسلمان ماں پر دینی فرض ہے کہ وہ اپنی گود میں ہی بچے کی درست تربیت شروع کردے اور بچے کا ذہنی رابطہ اسلامی تعلیمات سے جوڑ دے اخلاقیات کا درس دے اس کی عمر اور سمجھ بوجھ کے مطابق اس کو اخلاقی درس دے کیونکہ فضائل اخلاق کا بچے کی طبیعت میں راسخ ہونا بہت ضروری ہے اور رزائل اخلاق کی کراہت آمیزی کو اس کے ذہن میں نقش کرنا بھی بہت لازم ہے۔ جس کے لیے قدم قدم پر بچے کو پیار اور محبت سے پندو نصائح کرنا چاہیں، جس کی مثال درج ذیل ہے:

بچے بالکل نادان اور ناسمجھ ہوتے ہیں آگ سے جلنے کی کیفیت سے بے خبر لیکن آگ کے شعلے ان کو بہت خوبصورت دکھائی دیتے ہیں۔ بچہ جب اس دلکش منظر کو دیکھتا ہے تو آگ کی طرف لپکتا ہے اور یہاں ہر والدین کا فرض یہ ہوگا کہ وہ زبانی کلامی نصیحت کی بجائے اسے آگ سے دور کردیں۔

یہی عمل بچوں کے لیے ابتدائی نصیحت اصلاح کا کام کرے گا۔ بڑھتی ہوئی عمر کے ساتھ یہ بچہ آگ میں جلنے کے نقصانات سے خوب باخبر ہوتا چلا جائے گا۔

لہذا یہ مثال بچے کے مستقبل کی زندگی میں عملی طور پر اس کے لیے بہت کار آمد ہوگی۔ جیسے والدین بچے کو آگ کے نقصان سے بچانے کے لیے لپکتے ہیں۔ بالکل اسی طرح والدین کو اپنی اولاد کی عاقبت کی بھی فکر ہونی چاہیے کہ اگر وہ اس دنیا کی آگ سے بچانے کے لیے لاشعوری طور پر بچے کو دور کرتے ہیں تو آخرت میں نار جہنم سے بچانے کے لیے شعوری کاوشیں کرنی چاہیے تاکہ بچے کے ذہن میں آگ سے ہونے والی تکلیف کا احساس بیدار ہوسکے جیسا کہ قرآن ہمیں بتاتا ہے:

مگر آگ صرف یہی نہیں جو ہمیں دنیا میں دکھائی دیتی ہے بلکہ ایک اور بھی آگ ہے جس کی ہیبت ناکی کا اندازہ اس بات سے لگایا جاسکتا ہے کہ اس میں ایندھن کے طور پر لکڑیاں نہیں جلتیں بلکہ انسانوں کے گوشت پوست اور پتھر اس میں ایندھن کے طور پر استعمال ہوتے ہیں۔

والدین کا دینی فریضہ ہے کہ جس طرح وہ بچے کو دنیا کی آگ سے بچانے کے لیے لپکتے ہیں۔ اسی طرح وہ اپنے بچے کو جہنم کی آگ سے بچانے کے لیے بھرپور کوشش کریں

لہٰذا والدین کا دینی فریضہ ہے کہ جس طرح وہ بچے کو دنیا کی آگ سے بچانے کے لیے لپکتے ہیں۔ اسی طرح وہ اپنے بچے کو جہنم کی آگ سے بچانے کے لیے بھرپور کوشش کریں کیونکہ اسلام کے مطابق بچے کی تربیت کا آغاز اسی دن سے ہوجاتا ہے جس دن وہ اس دنیا میں آنکھیں کھولتا ہے اور بچے میں پیدائشی طور پر بہت سی قوتیں موجود ہوتی ہیں۔ لہٰذا ان کے مزاج اور طبیعت کو مدنظر رکھتے ہوئے ان کی تعلیم و تربیت کی جائے تاکہ مستقبل میں وہ ایک بہترین مسلمان کے طور پر بھرپور انداز میں معاشرے کے بہترین فرد کے طور پر زندگی گزاریں اور اس تربیت کی اہمیت کا اندازہ اس قولِ مبارکہ سے بخوبی لگایا جاسکتا ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا کہ

''اگر تم میں سے کوئی شخص اپنے بچے کو نظم و ضبط کی تعلیم دیتا ہے یہ اس کے اس کام سے بہتر ہے کہ وہ ہر روز نصف صاع خیرات کرے۔''

تربیت اولاد کے بنیادی اصول جن کو اپنا کر اولاد کی بہترین تربیت کی جاسکتی ہے۔

اولاد میں خود داری اور خود اعتمادی پیدا کرنا تاکہ بچوں کے اندر اپنی ذات کی اہمیت کا احساس پیدا ہوسکے۔ والدین کا فرض ہے کہ وہ بچوں کو یہ احساس دلائیں کہ ان کی اس گھر میں بہت اہمیت ہے۔ اگرچہ وہ چھوٹے ہیں لیکن گھر کے لیے بہت سے کام کرسکتے ہیں اور اچھی گفتگو کرنے کے لیے اولاد کی حوصلہ افزائی کی جائے تاکہ ان کے اندر جھجک اور احساس کمتری پیدا نہ ہو اور اس کے ساتھ ساتھ انہیں یہ احساس بھی دلایا جائے کہ بے مقصد اور بے محل گفتگو سے گریز کرنا ہے۔

اس کے علاوہ والدین کو چاہیے کہ وہ اپنے بچوں کے ساتھ کھیل کود میں بھی دلچسپی لیں تاکہ اس دوران انہیں معلوم ہوسکے کہ کہیں بچے کے اندر کسی قسم کا کوئی مسئلہ تو نہیں کیا وہ دیگر ہم عمروں کے ساتھ مل جل کر کھیلتا ہے۔ دوسروں کے لیے مشکلات کا باعث تو نہیں بنتا۔ اس طرح والدین کو چاہیے کہ وہ نہ صرف بچوں کی تعلیم پر توجہ دیں بلکہ کھیل کود کے دوران بھی اس کی تربیت کریں اور بلاواسطہ انداز سے اس کے مسائل اور دلچسپیوں کو جاننے کی کوشش کریں کیونکہ کھیل کود سے بھی بچے کی زندگی پر بہت مثبت اثر ہوتا ہے۔ اس میں بچے لطف اندوز بھی ہوتے ہیں اور ان کی جسمانی نشوونما بھی ہوتی ہے اور یہ ایک ایسا ذریعہ ہے جس میں انہیں اپنے جذبات اور خواہشات کے اظہار کا موقع بھی ملتا ہے اور دوسروں سے تعاون اور دوستی کا جذبہ بھی تقویت پاتا ہے۔

اس کے علاوہ بچوں میں پابندی وقت کا احساس پیدا کرنا بھی والدین کی ذمہ داری ہے اور ان میں یہ احساس بیدار کرنا کہ کون سا وقت پڑھائی کے لیے ہونا چاہیے اور کن اوقات میں وہ کھیل کود سکتے ہیں۔ وقت پر سکول جانا، کھانا مکمل کرنا، ہوم ورک مکمل کرنا، کلاس میں ہم جماعتوں کے ساتھ خوش اخلاقی اور دوستانہ رویہ رکھنا۔ اساتذہ کا حکم ماننا ان کے ساتھ احترام سے پیش آنا، سکول میں لڑائی جھگڑے سے گریز کرنا، دوستوں کی مدد کرنا، مل بانٹ کر کھانا یہ وہ تمام اہم باتیں ہیں جن کا احساس صرف والدین ہی بچے میں بیدار کرسکتے ہیں۔

اس کے علاوہ گھر میں والدین کو یہ معلوم ہونا چاہیے کہ ان کا بچہ کیا پڑھ رہا ہے۔ کمپیوٹر پر کیا دیکھ رہا ہے، کس قسم کی گیمز کھیل رہا ہے، ان کے دوست کس قسم کے ہیں۔ ان تمام باتوں سے آگاہ رہنا والدین کی ذمہ داری ہے تاکہ بچے کے ابتدائی ایام سے لے کر بڑھتی عمر کے ساتھ ساتھ بچے کی طبیعت اور میلان کا اندازہ ہوسکے اور اگر اس دوران کسی قسم کی کوئی نامناسب بات یا حرکت محسوس کریں تو بچے کی اصلاح کی جاسکے۔

اس کے علاوہ والدین کا یہ فرض بھی ہے کہ بچوں

کے ساتھ دوستی رکھتے ہوئے اپنے دل کی باتیں بھی ذکر کریں۔ کہانیوں کی صورت میں ان کی اخلاقی تربیت کریں۔ بچوں سے ان کے دل کی باتیں ان کی پسندیدہ کھانے کی اشیاء یا کھیل، دوست یا رشتہ داروں وغیرہ کے بارے میں گفتگو کریں تاکہ ان کے جذبات کا اندازہ لگایا جاسکے تاکہ بعد میں آنے والی پریشان کن صورت حال پر ابتدا میں قابو پایا جاسکے۔

اس کے علاوہ بچے کی جسمانی صحت اور صفائی ستھرائی کا خیال بھی رکھنا چاہئے۔ لباس کی لطافت و پاکیزگی کا شعور بھی اولاد کو دینا ضروری ہے۔ لباس میں بچوں کی پسند کا خیال بھی رکھنا چاہیے۔ تکلیف دہ اور عریاں لباس پہنانے سے گریز کروانا بھی ضروری ہے تاکہ بچوں کو ابتدائی عمر میں ہی اس بات کا شعور پیدا ہوکہ مسلمان معاشرے میں اس کی کیا اہمیت ہے۔ عام زندگی میں بچے سے چیخ کر بات نہیں کرنی چاہیے بلکہ دھیمے اور نرم لہجے میں اور آسان لفظوں میں بات کی جائے تاکہ بچے بھی اپنی گفتگو میں یہی انداز اپنائیں اور ہر وقت کی ڈانٹ ڈپٹ سے گریز کرنا چاہیے تاکہ بچے میں اعتماد کی کمی نہ ہوسکے۔ اگر بچے سے کوئی نقصان یا غلطی ہوجائے تو سب کے سامنے ڈانٹنے سے بھی گریز کرنا چاہیے تاکہ بچہ شرمندگی سے بچ سکے۔

گفتگو کے دوران اپنے بچے کی بات کو پوری توجہ سے سنیں اس کے علاوہ زندگی کے چھوٹے چھوٹے معاملات میں بچوں کو بھی فیصلہ کرنے کا موقع دینا چاہئے اور کھانے پینے میں بھی اس کی پسند و ناپسند پوچھتے رہنا چاہیے۔

اولاد کی دینی تعلیم و تربیت کا اہتمام کرنا بھی والدین کی اہم ذمہ داری ہے جس کے لیے قرآن فہمی کی طرف بھرپور توجہ دلانا ضروری ہے۔ اس کے علاوہ دینی و علمی پروگراموں میں شرکت کروانی چاہیے۔ اس کے علاوہ زبان و ادب کی طرف بھی بچوں کو راغب کیا جائے تاکہ ان کے اندر چھپی ہوئی صلاحیتیں بیدار ہوسکیں اور ان سب کاموں کے ساتھ ساتھ ذوق مطالعہ کو بھی بچوں میں فروغ دیں۔ جس کے لیے والدین بچوں کو مختلف کتابیں خرید کر دیں۔

اس کے علاوہ والدین کا یہ فرض بھی ہے کہ بچوں کے ساتھ دوستی رکھتے ہوئے اپنے دل کی باتیں بھی ذکر کریں۔ کہانیوں کی صورت میں ان کی اخلاقی تربیت کریں۔ بچوں سے ان کے دل کی باتیں ان کی پسندیدہ کھانے کی اشیاء یا کھیل، دوست یا رشتہ داروں وغیرہ کے بارے میں گفتگو کریں تاکہ ان کے جذبات کا اندازہ لگایا جاسکے تاکہ بعد میں آنے والی پریشان کن صورت حال پر ابتدا میں قابو پایا جاسکے۔

والدین کا یہ فرض بھی ہے کہ اپنے بچوں کی اخلاقی تربیت کے لیے قرآن مجید کی تلاوت وقرات کے انتظام کے علاوہ خود بھی بچوں کو اخلاقی اور سبق آموز کہانیاں سنائیں اور مختلف دعائیں حفظ کرائیں۔ اس کے علاوہ بڑھتی ہوئی عمر کے ساتھ ساتھ گھر کے چھوٹے چھوٹے کاموں میں بھی بچوں سے مدد کی جائے تاکہ انہیں ابتدا سے ہی گھر کے انتظامات کو درست رکھنے کی عادت ہوسکے۔ بچوں کو ان کا کمرہ، میز اور کتابوں کپڑوں کی الماری کو صاف اور سلیقے سے رکھنے کی مشق بھی ساتھ ساتھ جاری رکھنی چاہیے۔

اس کے علاوہ خاص طور پر اس بات کا خیال رکھنا والدین کی ذمہ داری ہے کہ اپنے بچوں کے ہر عمل اور کام پر نظر رکھیں۔ انہیں محسوس کرائے بغیر ان کی خفیہ نگرانی کریں۔ بدچلن، بدکردار لوگوں سے ملنے جلنے نہ دیا جائے کیونکہ اولاد مستقبل کا بہت قیمتی سرمایہ ہے جس کی حفاظت کرنا والدین کی اہم ذمہ داری ہے۔

☆☆☆☆☆

کلامِ خدا بزبانِ مصطفی ﷺ
ذکرِ مصطفی ﷺ بزبانِ خدا

قرآن مجید آئمہ و محدثین کی نظر میں

مفسرین اور محققین نے قرآن مجید سے قرآن کریم کے جو نام اخذ کیے ہیں ان کی تعداد 55 ہے

محمد شفقت اللہ قادری

خالق کائنات رب العرشِ العظیم نے احمدِ مجتبیٰ محمد مصطفیٰ ﷺ کو تمام انبیائے کرام کے علمی عملی کمالات و فضائل اور محاسن کا پیکر بنایا۔ کمالات نبوت کی منتہا پر پہنچا کر خاتم الانبیاء کے منصب پر فائز کردیا اور جب لوح محفوظ سے اپنا کلام قرآن مجید آسمان دنیا اور پھر ارض کائنات پر منتقل کرنے کا وقت آیا تو ذات محمد مصطفیٰ ﷺ اور قلبِ حبیبِ کبریا کا انتخاب فرمایا:

وَبِالۡحَقِّ اَنۡزَلۡنٰهُ وَبِالۡحَقِّ نَزَلَ. (الاسراء،۱۷:۱۰۵)

''اور حق کے ساتھ ہی ہم نے اس (قرآن) کو اتارا ہے اور حق ہی کے ساتھ وہ اترا ہے۔''

حضرت عبداللہ بن عباسؓ فرماتے ہیں قرآن کریم بیک وقت پورا لوح محفوظ سے آسمان دنیا پر لیلۃ القدر میں بیت العزۃ پر اتارا گیا اور پھر ضرورت اور مصلحت کے مطابق تھوڑا تھوڑا کر کے آقائے دو جہاں نبی کریم ﷺ پر اتارا گیا۔

اِنَّا نَحۡنُ نَزَّلۡنَا عَلَیۡكَ الۡقُرۡاٰنَ تَنۡزِیۡلًا.

''بے شک ہم نے آپ پر قرآن تھوڑا تھوڑا کر کے نازل فرمایا ہے۔'' (الدھر،۷٦:۲۳)

مفسرین اور محققین نے قرآن مجید سے قرآن کریم کے جو نام اخذ کیے ہیں ان کی تعداد پچپن ہے۔ ان میں قرآن کا ایک نام ''کلام اللہ'' بھی ہے۔ خالق نے اپنے کلام عظیم فرقان مجید کو اپنے حبیب اور محبوب کے قلب انور پر نازل فرما کر محمد الرسول اللہ کو عالم ہائے حقیقت میں لاریب اور صراط مستقیم ہونے کا اعلان فرمادیا۔ سبحان اللہ۔

قرآن اللہ کی صفت، غیر مخلوق غیر حادث ہے:

امام بیہقی کتاب الاعتقاد میں فرماتے ہیں۔ قرآن کریم اللہ کا کلام ہے اور کلام الٰہی ہونے کے باعث اس کی ذاتی صفات میں سے ایک صفت ہے۔ اللہ تعالیٰ کی مجملہ صفات میں سے کوئی صفت نہ ہی مخلوق ہے اور نہ ہی حادث اور فانی ہے۔ لہذا صفت کلام الٰہی بھی قدیم ہے۔

اصولیین کے نزدیک:

وہ بھی اسی بات سے متفق ہیں اور قرآن کی تعریف میں لکھا ہے یہ کلام اللہ خالق کی صفت ہے قطعی مخلوق یا حادث نہ ہے۔ قرآن عظیم وہ کلام اللہ ہے جو بے شک رسول اللہ ﷺ پر نازل ہوا۔

امام ابو حنیفہؒ کا موقف:

قرآن کا فقط کلام اللہ، صفت الٰہی ہونا ہے۔ فرماتے ہیں حادث مخلوق اور فانی قطعی طور نہ ہے۔

امام شافعیؒ کا موقف:

امام شافعیؒ کے نزدیک قرآن علم غیر مشتق ہے کسی دوسرے لفظ میں سے نہ نکلا ہے جبکہ بعض فقہا اور علما مشتق قرار دیتے ہیں۔ یہ لفظ غیر مہموز پڑھا جائے گا۔

امام راغب اصفہانیؒ کا موقف:

ہر مجموعے کو قطعی طور قرآن نہیں کہتے اور نہ ہی کسی

شخص کے ہر قسم کے مجموعہ کلام کو قرآن کہہ جائے گا۔ فقط کلام الٰہی کے مجموعے کو قرآن کہا جائے گا کیونکہ اس میں گزشتہ تمام صحیفوں اور آسمانی کتابوں کے نتائج اور ثمرات جمع ہیں۔ پھر فرماتے ہیں کہ یہ جملہ اقسام کے علوم و معارف کا مجموعہ ہے اور قرآن ہی کہا جائے گا جو فقط کلام اللہ اور صفت الٰہی ہے اور صفت الٰہی غیر مشروط ہوتی ہے۔

قارئین محتشم! مختصر وقت میں قرآن کے کلام اللہ ہونے پر اپنی بساط کے مطابق روشنی ڈالی ہے۔ اس کی سب سے بڑی دلیل قطعی یہ ہے کہ قرآن میں خالق کائنات خود فرما رہا ہے کہ قرآن کلام الٰہی ہے۔

قارئین کرام! ایک لطیف نقطۂ وجدانی آپ کے ذوق آگہی کے لیے پیش خدمت ہے۔ یہ قانون قدرت ہے کہ خالق کسی سے براہ راست کلام نہیں فرماتے اور پھر جب اپنا کلام دنیا میں منتقل کرنا چاہا تو پوری کائنات میں قلب محمد الرسول اللہ ﷺ کا انتخاب فرمایا اور وحی کے لیے جبرائیل امین علیہ السلام مقرر ہوئے۔ نزول قرآن پر فقہا اور علماء امت کی طویل ابحاث موجود ہیں اور معتبر احادیث مبارکہ بھی۔ مزید عنوان سے ہٹ کر کسی بحث کی ضرورت نہیں۔

نزول قرآن کیسے ممکن ہوا؟:

علامہ جلال الدین سیوطیؒ کی نظر میں:

علامہ جلال الدین سیوطیؒ فرماتے ہیں کہ نزول کلام اللہ دو طریق سے ہوتا تھا وحی الٰہی اترے کہ یہ کام کیجئے اور اس کام کے کرنے سے منع فرمائیں لیکن اس میں مخصوص عبارت اور مخصوص تسلسل نہ تھا۔

طریق دوم نزول وحی:

طریق دوم یہ تھا کہ اللہ جبرائیل علیہ السلام کو حکم دیتے کہ میرا یہ کلام اور حکم رسول محمد ﷺ کو پڑھ کر سنا دو جبرائیل امین حکم خداوندی میں کلام اللہ لے کر اترتے اور آنحضرت ﷺ کو سنا دیتے۔ آپ ﷺ یاد فرماتے اور بعد میں صحابہ کرام کو لکھوا دیتے۔ علامہ جلال الدین سیوطیؒ فرماتے ہیں کہ وحی کی یہ دوسری قسم ہی کلام اللہ اور حقیقی قرآن ہے۔ اور پہلی قسم سنت رسول ﷺ ہے۔

نزول قرآن کی ابتدا:

ام المومنین حضرت عائشہؓ سے روایت ہے کہ آغاز وحی نبی آخرالزماں ﷺ پر سچے خوابوں اور بشارتوں سے ہوئی جو روز روشن کی طرح من وعن صحیح و درست ثابت ہوتے۔ پھر طبع خلوت نشینی کی طرف مائل ہوئی اور غار حرا میں خلوت نشینی میں وقت گزارتے عبادت میں مشغول رہتے۔ سبحان اللہ! اچانک عبادت گزاری میں مشغول محمد الرسول اللہ پر دو جہانوں کی سب سے بڑی گھڑی حق کے ساتھ آگئی کہ آپ بعثت حق و رسالت سے سرفراز فرمائے گئے۔ جبرائیل امین علیہ السلام نے حکم الٰہی سے کلام اللہ حضور نبی اکرم ﷺ کے قلبِ اطہر پر اتارا۔ قارئین گرامی قدر! عنوان بے مثل کا حصہ اول کلام اللہ سمجھ لینے کے بعد سمجھنا مقصود ہے کہ کلام اللہ بزبان مصطفیٰ کیسے بنا۔ ملاحظہ فرمائیں:

کلام اللہ بزبانِ مصطفیٰ ﷺ کیونکر ممکن ہوا:

حضرت عائشہ صدیقہؓ فرماتی ہیں:

اول سورة نزلت فی القرآن اقرا باسم ربك.

''حضرت اماں عائشہؓ فرماتی ہیں کہ سب سے پہلی سورة جو قرآن میں نازل ہوئی وہ اقراء ہے''۔

لہذا ثابت ہوا کہ پہلی وحی ہی کلام الٰہی کا آغاز اول ہے جو زبان مصطفیٰ میں حکم الٰہی سے جبرائیل امینؑ نے ڈالا اور کلام الٰہی زینت زبان مصطفیٰ ﷺ بن گیا۔

اِقْرَاْ بِاسْمِ رَبِّكَ الَّذِىْ خَلَقَ. (العلق۹۶:۱)

''(اے حبیب!) اپنے رب کے نام سے (آغاز کرتے ہوئے) پڑھیے جس نے (ہر چیز کو) پیدا فرمایا''

میری ذاتی دانست میں کلام الٰہی کے الفاظ اولین جو آیت کریمہ محمد الرسول اللہ پر نازل ہوئی میں دو پیغاماتِ انقلابی سے آگاہی تھی اور دونوں کی اہمیت اجاگر کرنا مقصود تھا۔ ایک اقراء پڑھیئے یعنی کہ لفظ قرآن کا مفہوم سمجھا دیا کہ یہ تیرے پڑھنے سے قرآن اسم با مسمیٰ ہوجائے گا یعنی کہ میرے محبوب کا پڑھا ہوا اور اسی کا اگلا حصہ کہ تعلیم کی اہمیت اجاگر کرنا مقصود تھی اور پھر دوسرا

حصہ آیت مبارکہ میں تخلیق کائنات کی طرف لطیف اشارہ ہے کیونکہ میری دانست میں وجہ تخلیق کائنات وہ بشری وجود مسعود محمد الرسول اللہ ﷺ ہے۔ جس کے لیے حدیث قدسی ہے:

لو لاك لما خلقت الافلاك.

''میرے محبوب تیری ذات نہ ہوتی تو میں آسمانوں کو بھی پیدا نہ کرتا۔''

آیاتِ مقدسہ سے استدلال:

پھر رب محمد ﷺ نے فرمایا:

اِنَّهٗ لَقَوْلُ رَسُوْلٍ كَرِيْمٍ. (الحاقة،٦٩: ٤٠)

''بے شک یہ (قرآن) بزرگی و عظمت والے رسول (ﷺ) کا (منزّل من اللہ) فرمان ہے، (جسے وہ رسالتاً اور نیابتاً بیان فرماتے ہیں)۔''

پھر خالق ارض سماوات نے فرمایا:

وَمَا يَنْطِقُ عَنِ الْهَوٰى. (النجم،۵۳: ۳)

''اور وہ (اپنی) خواہش سے کلام نہیں کرتے۔''

تفسیری تشریح میری نظر میں:

خالق محمد الرسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں کہ محمد ﷺ قطعی اپنی مرضی اور منشا سے کلام نہیں کرتے۔ اللہ تعالیٰ مہر تصدیق ثبت فرماتے ہوئے مخاطب ہوا کہ جو کلام اللہ میں زبان محمد پر جبرائیل کے ذریعے القا اور اتار دیتا ہوں وہی میرے محبوب محمد الرسول اللہ ﷺ کا کلام بن جاتا ہے۔

اِنْ هُوَ اِلَّا وَحْيٌ يُّوْحٰى. (النجم،۵۳: ٤)

''اُن کا ارشادِ سَراسَر وحی ہوتا ہے جو انہیں کی جاتی ہے۔''

تفسیری تشریح:

تفسیری تشریح آیت مذکورہ کی یہ ٹھہری کے محمد الرسول اللہ ﷺ جو بھی کلام اور فرمان زبان اقدس سے ادا فرماتے ہیں وہ فقط وحی ہوتی ہے جو جبرائیل امینؑ کسی صورت میں لے کر حاضر ہوتے ہیں سراسر ان کا کلام بالواسطہ طور پر کلام الٰہی ہی ہوتا ہے۔ حضور اکرم ﷺ کی اپنی مرضی و منشا شامل نہیں ہے۔ پھر محمد الرسول اللہ ﷺ کے علم اور وصف کلام بصیغہ قرآن پر مہر الوہیت ثبت فرماتے ہوئے رب محمد ﷺ نے فرمایا:

عَلَّمَهٗ شَدِيْدُ الْقُوٰى. (النجم،۵۳: ۵)

''ان کو بڑی قوّتوں والے رب نے (براہِ راست) علمِ (کامل) سے نوازا۔''

قارئین آپ کو معلوم ہے کہ علم کامل کیا ہے۔ وحی کے ذریعے غیب کا علم ثابت ہوا کہ کامل حقدار وہی ہستی محمد الرسول اللہ ﷺ ہی ہے جو کلام خدا بزبانِ مصطفیٰ ﷺ ہی روئے کائنات منجملہ مخلوقات کے قلب و اذہان کی زینت بنا اور سچائی اور حق کی کامل دلیل قرآن کا کلام الٰہی کو من و عن حفظ فرمایا صحابہ کرامؓ تک پہنچایا۔ حرف بہ حرف لکھوایا اور کسی غلطی کا عمداً یا سہواً بھی احتمال نہ ہونے پایا۔ عنوان کا آخری حصہ ملاحظہ ہو۔

ذکرِ مصطفیٰ ﷺ بزبانِ خدا:

ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

وَرَفَعْنَا لَكَ ذِكْرَكَ. (الانشراح،۹۴: ۴)

''اور ہم نے آپ کی خاطر آپ کا ذکر (اپنے ذکر کے ساتھ ملا کر دنیا و آخرت میں ہر جگہ) بلند فرما دیا۔''

تفسیری معارف:

اہل علم ائمہ لغت جانتے ہیں کہ ذکر کے لغوی معنی ہیں کسی بھولی ہوئی چیز کو یاد کرنا یعنی کہ

وَاذْكُرْ رَّبَّكَ اِذَا نَسِيْتَ۔ (الکهف،۱۸: ۲۴)

''اور اپنے رب کا ذکر کیا کریں جب آپ بھول جائیں۔''

قارئین گرامی قدر! خالق کائنات رب محمد دو ٹوک فرمارہے ہیں کہ ''اے میرے محبوب میں تیرا ذکر تیری خاطر بلند ضرور کرتا ہوں۔'' میرے محبوب میں تجھے کیوں یاد کروں؟ کیونکہ میں تو ایک لحہ بھر کے لیے بھی تجھے نہیں بھولا (میرے محبوب محمد ﷺ) میں جب تیرا ذکر بلند کرنا چاہتا ہوں تو قاب قوسین کے مقام پر عرش کی بلندیوں پر اپنی شان کریمی کے ساتھ بیٹھ کر جلسے کا انعقاد کرتا ہوں اور صدر محفل میں ہوتا ہوں اور ملائکہ عرش سامعین بنتے ہیں اور میرے ساتھ بصیغہ درود شریف نعت خوانی کرتے ہیں۔

خالق ارض و سماوات نے فرمایا: اے میرے بندوتم

کیونکہ انسان ہو بھولنا میں نے تمہاری فطرت و جبلت میں ودیعت کردیا ہوا ہے اور بھولنا تمہارا بشری تقاضا ٹھہرا میں عرش پر فرشتوں کے ساتھ محمد الرسول اللہ ﷺ پر درود شریف بھیجتا ہوں اور ذکر محبوب محمد مصطفیٰؐ اپنی شان کے ساتھ بلند کرتا رہوں گا، تم زمین پر درود و سلام اور نعت خوانی کے ذریعے میرے محبوب کو یاد کرتے رہو۔

استدلال قرآنی:

ارشاد فرمایا:

اِنَّ اللّٰہَ وَمَلٰٓئِکَتَہٗ یُصَلُّوْنَ عَلَی النَّبِیِّ ط یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا صَلُّوْا عَلَیْہِ وَسَلِّمُوْا تَسْلِیْمًا. (الاحزاب،۳۳:۵۶)

’’بے شک اللہ اور اس کے (سب) فرشتے نبیِ (مکرمّ ﷺ) پر درود بھیجتے رہتے ہیں، اے ایمان والو! تم (بھی) اُن پر درود بھیجا کرو اور خوب سلام بھیجا کرو۔‘‘

ذکرِ مصطفیٰ ﷺ بزبانِ خدا۔ ولادت مصطفیٰؐ کے تناظر میں:

ذکر اس محبوب خدا حبیب کبریا مدنی محمد ﷺ کا جن کی عین ولادت مبارک کے وقت بادِ صبا نے نسیم سحری کا گھونگھٹ اٹھا کر طواف طلوع فجر ایمان کیا اور دیدار صاحب لولاک محمد مصطفیٰ ﷺ حوروں کے جھرمٹ میں بے حدو بے حساب اور سرِ عام کیا اور چہرہ والضحیٰ کا بوسہ لیا۔ خاص نکتہ لطیف یہ ہے کہ قرآن عظیم شاہد ہے صانع کائنات خالق محمدؐ نے دو آیات کریمہ متصلاً نازل فرمائیں جو عین لمحہ ولادت محمد مصطفیٰ ﷺ کی عکاس ہیں:

وَالَّیْلِ اِذَا عَسْعَسَ. وَ الصُّبْحِ اِذَا تَنَفَّسَ

’’اور رات کی قسم جب اس کی تاریکی جانے لگے۔اور صبح کی قسم جب اس کی روشنی آنے لگے‘‘۔ (التکویر،۸۱:۱۷،۱۸)

خدا کی عزت کی قسم یہی پوہ پھوٹنے کا عین وہ لمحہ ولادت اور بی بی آمنہؓ کے لعل کا بی بی آمنہؓ کے دامن مراد میں آنے کا وقت تھا۔ یعنی کہ طلوع آفتاب ایمان کا وقت تھا۔ رات نہ جانے پر بضد تھی اور صبح صادق آنے میں عجلت میں تھی دونوں کا مطمع نظر فقط دیدار مصطفیٰ ﷺ اور چہرہ والضحیٰ ہی تھا۔ خدا نے دونوں کو ایک گھڑی اور ایک لمحہ میں ملادیا وہ گھڑی آگئی جب رات کا آخری کنارہ اور فجر ولادت کا پہلا کنارہ باہم خوشی ولادت میں گلے ملے اور مکھڑا مصطفیٰ ﷺ کا دیدار کیا اور بوسہ لیا اور اپنے اپنے راہ لگے۔ اندھیرا سمٹ گیا روشنی بن کر نور چار سو پھیل گیا۔

ذکرِ اول، مذکورِ اولؐ اور گواہِ اول کون؟:

ایک خصوصی مکالمے کے تناظر میں پیش خدمت ہے:

معزز قارئین کرام! میں آپ کی توجہ خاص ایک عمیق ،لطیف دلچسپ مکالمہ وجدانی روحانی ۔۔۔۔کی طرف مبذول کروانا چاہتا ہوں جو عین موقع عنوان کے مطابق اور آپ کے ذوق طبع کا عکاس بھی ہے۔ میں نے فضیلت درود پاک کی ایک قدیم تصنیف مطبوعہ کراچی میں چند علمائے کرام کی وجدانی روایت میری نظر مطالعہ سے گزری من وعن پیش خدمت اور زینت قرطاس ہے۔

روایت کیا کہ حضور اکرم محمد مصطفیٰ ﷺ عالم خوش طبعی رجوع الی اللہ کی حالت میں وجد آگیں لمحات میں تشریف فرما تھے کہ بارگاہ محمد الرسول اللہ ﷺ میں روح القدس حضرت جبرائیل امینؑ حاضر خدمت ہوئے۔

کون جبرائیلؑ:

وہ جبرائیلؑ جو ایک انمٹ حقیقت خداوندی ہے اور رضائے الٰہیہ ومنشائے ایزدی کی تکمیل وتشکیل کا اہم ذریعہ تھے۔ بارگاہ رسالت مآب میں حاضر ہوئے سلام عرض کیا سمع خراشی کی معذرت کے بعد عرض کیا یارسول اللہ ﷺ آج میں آپ کی بارگاہ اقدس میں خالق کائنات کے دو خاص راز آشکار کرنے کے لیے حاضر ہوا ہوں۔ حبیب کبریا احمد مجتبیٰ ﷺ محمد مصطفیٰ ﷺ آہستگی سے مسکرادیئے کیونکہ معلوم ہوتا تھا کہ آقائے دو جہاں پہلے ہی ان رازوں سے واقف تھے، تاہم جبرائیل امینؑ کی طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا کہو جبرائیل کیا خاص بات ہے؟ حضرت جبرائیلؑ ادب سے مخاطب ہوئے یارسول اللہ ﷺ عرض یہ ہے کہ میں یہ راز بتانے حاضر ہوا ہوں کہ میں کیسے تخلیق ہوا اور میری تخلیق کا مقصد کیا تھا؟ خالق ارض وسماوات نے اپنے خالصتاً اپنے نور کے پرتاؤ اور فیض سے حکم کن فیکون سے میری تخلیق کی۔ میرا حقیقی روپ آقا آپ بخوبی واقف ہیں جو کچھ اس طرح ہے کہ میری ایک ہزار زبانیں ہیں۔ میرے چھ سو نورانی پر ہیں، سر سے پاؤں تک

میرے ریشمی نورانی زعفرانی بال ہیں۔ دونوں آنکھوں کے درمیان ایک آفتاب ہے ہر بال پر ایک ایک ستارہ مثل ماہتاب درخشاں ہے، میں روزانہ حکم الٰہی خالق کائنات سے تین سو ساٹھ مرتبہ بحر نور (نور کے سمندر میں) غوطہ لگاتا ہوں اور جب غوطہ لگا کر باہر آتا ہوں تو ہر پر سے قطرے ٹپکتے ہیں اور ہر نوری قطرے سے اللہ تعالیٰ حکم کن فیکون سے ایک فرشتہ تخلیق کرتا ہے جو تا قیامت خالق عظیم کی تسبیح کرتا رہے گا۔ تاہم آقائے دو جہاں محمد الرسول اللہ ﷺ نے فرمایا جبرائیلؑ دوسرا راز کیا ہے؟

جبرائیل امینؑ حیرانگی سے مخاطب ہوئے میرے آقا میری پیدائش کے بعد مجھے میری پیدائش کا مقصد معلوم نہ ہوسکا کہ میں کون ہوں؟ اور مجھے کیا کرنا ہے؟ مجھے دس ہزار سال عالم سکوت میں رکھا گیا پھر ندائے پروردگار بلند ہوئی (اے جبرائیلؑ) تو مجھے دریافت ہوا کہ میرا نام جبرائیلؑ ہے۔ میں نے فوراً عرض کیا لبیک اللھم لبیک پھر خالق ارض و سماوات نے فرمایا میری تقدیس بیان کرو۔ میں نے حکم الٰہی میں دس ہزار سال مولا کی تسبیح کی اور تقدیس الٰہی بیان کیا۔ تب جا کر رب ذوالجلال نے مجھ پر انوار عرش علیٰ ظاہر کیے۔

عرش عظیم پر میں یہ دیکھ کر ششدر رہ گیا کہ عین عرش عظیم کے پائیوں کے اوپر نور روشنائی سے لکھا ہوا تھا لا الہ الا اللہ محمد الرسول اللہ میں نے بڑے اشتیاق سے بارگاہ رب العالمین سے دریافت کیا میرے مالک و خالق یہ محمد ﷺ کون ہے؟ رب المشرقین و رب المغربین نے راز دارانہ انداز میں مجھے مخاطب کرکے فرمایا اے جبرائیلؑ میں نے اگر اپنا محبوب تخلیق نہ کرنا ہوتا تو میں تجھے پیدا نہ کرتا۔ تیری تخلیق کا مقصد اور وجہ تخلیق کائنات جو ذات خاص ہے وہ محمد ﷺ ہی ہے۔ تب جا کر مجھے یہ راز کھلا کہ میں کیوں پیدا کیا گیا ہوں پھر عرش پر نوریوں کی عظیم المرتبت محفل کا انعقاد ہوا۔ صدر مجلس مالک عرش عظیم خالق کائنات خود بنے اور ہم نوری سب سامع بنے۔

رب محمد ﷺ نے اپنی شان الوہیت کے ساتھ خطاب فرمایا مجھے مخاطب فرما کر حکم دیا کہ اے جبرائیل میں نے سب سے پہلے اپنے محبوب محمد الرسول اللہ ﷺ کا ذکر کیا ہے اور میں ذاکر محمد ﷺ بنا ہوں، تو اس ذکر کا گواہ اول اور سامع اول ٹھہرا ہے۔ پھر فرمایا جبرائیلؑ گواہ بن جا کہ میں اگر اپنا محبوب محمد مصطفیٰ ﷺ کریم نے بناتا تو جنت نہ بناتا شفاعت محمدی ﷺ کے لیے جہنم نہ بناتا نہ چاند بناتا، نہ سورج بناتا، نہ دن بناتا، نہ رات بناتا، انہ انس بناتا نہ جن بناتا، نہ آب بناتا نہ گل بناتا، نہ سمندر بناتا نہ پہاڑ بناتا، نہ حسن بناتا نہ ہی روئے کائنات کوئی محبوب بناتا۔ الغرض کہ مجھے تو کائنات کے تخلیق کرنے کی ضرورت ہی نہ تھی۔ پھر حکم ہوا جبرائیلؑ ذات محمد جسے میں نے تخلیق کرکے نورانیت کے ہزار نوری پردوں میں پنہاں کرکے یعنی کہ چھپا کے آسمانوں کی سیر کے لیے آزاد کردیا ہے۔ اب میرا حکم کے کہ تو میرے ساتھ اس محمد ﷺ پر درود وسلام بھیج پھر میں نے دس ہزار سال اے میرے آقا و مالک محمد الرسول اللہ ﷺ آپ کی ذات اقدس پر درود وسلام بھیجا۔

قارئین ذی محتشم! اس طویل وجدانی اتقانی آسمانی مکالمے کا مقصد خالق ارض سماوات کے حضور اس کے محبوب محمد مصطفیٰ ﷺ کی قدر ومنزلت فوقیت سب نوریوں اور خاکیوں کے سامنے اجاگر ہوجائے اظہر من الشّمس ہوجائے اور ثابت ہوجائے کہ اول ذاکر محمد ﷺ خالق کائنات نے اول مذکور محمد ﷺ، محبوب کبریا عرش عظیم پر قاب قوسین کے مقام پر کیا اور گواہ عظیم فرشتہ مقرب جبرائیلؑ ٹھہرائے اور چنے گئے جبرائیل امین علیہ السلام سمجھ گئے کہ

محمد الذی بحمد مرة بعد مرة.

محمد سے مراد وہ ذات ہے جس کی تعریف کا سلسلہ ہمیشہ جاری رہے گا اور قیامت تک ختم نہ ہوگا۔

خصوصی نکتہ اتقانی و وجدانی روحانی ملاحظہ ہو:

عشاق رسالت مآب ﷺ کے ذوق آگہی کے لیے گزارش ہے اور تاریخ اسلام شاہد ہے کہ آقائے دو جہاں محمد الرسول اللہ ﷺ کا اسم مبارک محمدؐ آپ کے حضرت بی بی آمنہؓ کی گود مبارک میں مجسمہ نور بن کر آنے کی خوشخبری ساعت کرتے ہی چشم زدن میں حضرت عبدالمطلب نے رکھا یہ نام لاریب طور پر حضرت عبدالمطلب سے عالم غیب حق سے رکھوایا گیا یہ خاص مشیت ایزدی تو تھی ہی تاہم روئے کائنات کا پہلا معجزہ رسولؐ بھی تھا کہ عالم کفر بامِ عروج پر ہو اور سردار وقت عبدالمطلب پر لفظ

محمد القا کر دیا جائے جو فقط عرشی اور الوہی اسم مبارک ہے۔ قبل ازیں ارض سماوات میں شرق تا غرب نام محمد ﷺ کسی کا نہ تھا بلکہ عرش پر روح محمد ﷺ کی تخلیق لفظ کن سے بھی پہلے ہوچکی تھی۔

ذاکرِ محمد مصطفیٰ ﷺ بروئے قرآن:

جب ذاکر مصطفیٰ خالق ارض و سماوات نے اپنے حبیب محبوب خدا کا ذکر دونوں جہانوں میں بلند کرنا چاہا تو فرمایا:

وَرَفَعۡنَا لَكَ ذِكۡرَكَ. (الانشراح،۹۴:۴)

”اور ہم نے آپ کی خاطر آپ کا ذکر (اپنے ذکر کے ساتھ ملا کر دنیا و آخرت میں ہر جگہ) بلند فرما دیا۔“

جب کفار اور اغیار نے محبوب خدا محمد مصطفیٰ ﷺ کو (نبی امی کا مطلب) ان پڑھ کہا تو ذاکر حبیب کبریا محمد مصطفیٰ رب محمد ﷺ نے غار حرا میں جبرائیل امینؑ کو بھیجا اور اعلان فرمایا:

اِقۡرَاۡ بِاسۡمِ رَبِّكَ الَّذِیۡ خَلَقَ. (العلق،۹۶:۱)

”(اے حبیب!) اپنے رب کے نام سے (آغاز کرتے ہوئے) پڑھیے جس نے (ہر چیز کو) پیدا فرمایا۔“

پھر بھی جب کفار ان پڑھ کہنے سے باز نہ آئے تو خالق عظیم نے اپنے محبوب کے خاموش چہرہ اقدس کی جانب دیکھا اور فرمایا:

سَنُقۡرِئُكَ فَلَا تَنۡسٰۤى. (الاعلیٰ،۸۷:۸)

”(اے حبیبِ مکرّم!) ہم آپ کو خود (ایسا) پڑھائیں گے کہ آپ (کبھی) نہیں بھولیں گے۔“

جب خالق ارض سماوات نے اپنے محبوب محمد کریم ﷺ کے گستاخوں کو سزا اور عذاب کا نوشتہ یاد دلانا چاہا تو فرمایا:

كَلَّا لَئِنۡ لَّمۡ يَنۡتَهِ ۙ لَنَسۡفَعًۢا بِالنَّاصِيَةِ.

”خبردار! اگر وہ (گستاخی رسالت اور دینِ حق کی عداوت سے) باز نہ آیا تو ہم ضرور (اسے) پیشانی کے بالوں سے پکڑ کر گھسیٹیں گے۔“ (العلق،۹۶: ۱۵)

جب خالق عظیم کو محمد الرسول اللہ ﷺ کی پوری زندگی مبارک کے ایک ایک لمحے پہ پیار آیا اظہار محبت فرماتے ہوئے فرمایا:

لَعَمۡرُكَ اِنَّهُمۡ لَفِىۡ سَكۡرَتِهِمۡ يَعۡمَهُوۡنَ.

”(اے حبیبِ مکرّم!) آپ کی عمرِ مبارک کی قسم، بے شک یہ لوگ (بھی قومِ لوط کی طرح) اپنی بدمستی میں سرگرداں پھر رہے ہیں۔“ (الحجر،۱۵:۷۲)

جب حبیب خدا محمد مصطفیٰ ﷺ شب معراج سدرۃ المنتہیٰ سے مقام قاب قوسین کی طرف اوپر بڑھے تو خالق ارض سماوات نے فرمایا:

وَالسَّمَآءِ وَالطَّارِقِ. (الطارق،۸۶:۱)

”آسمان (کی فضائے بسیط اور خلائے عظیم) کی قَسم اور رات کو (نظر) آنے والے کی قَسم۔“

جب رب محمد ﷺ نے واقعہ معراج بلند کرنا چاہا تو فرمایا:

سُبۡحٰنَ الَّذِىۡۤ اَسۡرٰى بِعَبۡدِهٖ لَيۡلًا مِّنَ الۡمَسۡجِدِ الۡحَـرَامِ اِلَى الۡمَسۡجِدِ الۡاَقۡصَا. (الاسراء،۱۷:۱)

”وہ ذات (ہر نقص اور کمزوری سے) پاک ہے جو رات کے تھوڑے سے حصہ میں اپنے (محبوب اور مقرّب) بندے کو مسجدِ حرام سے (اس) مسجدِ اقصیٰ تک لے گئی۔“

جب خالق عظیم نے واقعہ معراج کو حقیقی معراج بخشنا چاہی تو ذکر یوں کیا:

وَالنَّجۡمِ اِذَا هَوٰى. (النجم،۵۳:۱)

”قسم ہے روشن ستارے (محمد ﷺ) کی جب وہ (چشم زدن میں شبِ معراج اوپر جا کر) نیچے اترے۔“

خدا کی عزت کی قسم جس کا حبیب اور محبوب محمد مصطفیٰ ﷺ ہے جب خالق عظیم نے کلام اللہ بزبانِ حبیب اللہ ثابت کرنا چاہا تو فرمایا:

وَمَا يَنۡطِقُ عَنِ الۡهَوٰى. اِنۡ هُوَ اِلَّا وَحۡىٌ يُّوۡحٰى.

”اور وہ (اپنی) خواہش سے کلام نہیں کرتے۔ اُن کا ارشاد سَراسَر وحی ہوتا ہے جو انہیں کی جاتی ہے۔“ (النجم،۵۳:۳،۴)

جب رب محمد ﷺ نے یہ ثابت کرنا چاہا کہ میرے حبیب نہ کبھی راہ بھولے ہیں اور نہ ہی کبھی راہ سے بھٹکے ہیں تو فرمایا:

مَا ضَلَّ صَاحِبُكُمۡ وَمَا غَوٰى. (النجم،۵۳:۲)

”تمہیں (اپنی) صحبت سے نوازنے والے (رسول ﷺ جنہوں نے تمہیں اپنا صحابی بنایا) نہ (کبھی) راہ بھولے اور نہ (کبھی) راہ سے بھٹکے۔“

ہجرتِ مدینہ کی شب:

محمد الرسول اللہ ﷺ حضرت ابوبکر صدیقؓ کے ہمراہ

غارِ ثور میں پناہ لی اور دشمن تلاش کرتے ہوئے غار ثور کے دھانے پر آپہنچے تو خالق عظیم نے اپنے حبیب مصطفیٰ ﷺ کے لیے گھٹا ٹوپ اندھیرا کردیا اور دشمن کو کچھ نظر نہ آیا۔ قرآن نے فرمایا:

وَالَّیۡلِ اِذَا یَغۡشٰی. (اللیل،۹۲:۱)

’’رات کی قسم جب وہ چھا جائے (اور ہر چیز کو اپنی تاریکی میں چھپا لے)‘‘

جب خالق عظیم نے اپنے محبوب کے خلق عظیم کا ذکر بلند کرنا چاہا تو فرمایا:

وَ اِنَّکَ لَعَلٰی خُلُقٍ عَظِیۡمٍ. (القلم،۶۸:۴)

’’اور بے شک آپ عظیم الشان خلق پر قائم ہیں (یعنی آدابِ قرآنی سے مزّین اور اَخلاقِ اِلٰہیہ سے متصف ہیں)۔‘‘

جب مولا کریم نے اپنے محبوب اور حبیب کے چہرہ انور کا ذکر بلند کرنا چاہا تو قرآن نے فرمایا:

وَالضُّحٰی. (الضحیٰ،۹۳:۱)

’’قسم ہے چاشت کے وقت کی (جب آفتاب بلند ہوکر اپنا نور پھیلاتا ہے)۔‘‘

جب خالق نے اپنے محبوب محمد مصطفیٰ ﷺ کی زلف عنبریں کا ذکر کرنا چاہا تو فرمایا:

وَالَّیۡلِ اِذَا سَجٰی. (اللیل،۹۳:۲)

’’اور قسم ہے رات کی جب وہ چھا جائے۔‘‘

جب رب تعالیٰ نے اپنے حبیب پر خیر کثیر عطا کیے جانے کا ذکر کرنا چاہا تو فرمایا:

اِنَّاۤ اَعۡطَیۡنٰکَ الۡکَوۡثَرَ. (الکوثر،۱۰۸:۱)

’’بے شک ہم نے آپ کو (ہر خیر وفضیلت میں) بے انتہا کثرت بخشی ہے۔‘‘

جب اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب کو روز محشر کا شاہد اور گواہی دینے والا اور ڈر سنانے والا ثابت کرنا چاہا تو شان حبیب بلند کرتے ہوئے فرمایا:

اِنَّاۤ اَرۡسَلۡنٰکَ شَاهِدًا وَّمُبَشِّرًا وَّنَذِیۡرًا.

’’بے شک ہم نے آپ کو (حق اور خَلق کا) مشاہدہ کرنے والا اور (حُسنِ آخرت کی) خوشخبری دینے والا اور (عذابِ آخرت کا) ڈر سنانے والا بنا کر بھیجا ہے۔‘‘ (الاحزاب،۳۳: ۴۵)

جب خالق عظیم نے اپنے حبیب کی زندگی کو بنی نوع انسانیت کے لیے بطور نمونہ حیات ثابت کرنا اور ذکر بلند کرنا چاہا تو فرمایا:

لَقَدۡ کَانَ لَکُمۡ فِیۡ رَسُوۡلِ اللّٰهِ اُسۡوَۃٌ حَسَنَۃٌ .

’’فی الحقیقت تمہارے لیے رسول اللہ (ﷺ کی ذات) میں نہایت ہی حسین نمونۂ (حیات) ہے۔‘‘ (الاحزاب،۳۳:۲۱)

جب خالق عظیم نے محبوب خدا محمد مصطفیٰ ﷺ کی شان خاتم النبیین بیان کرنا چاہی تو فرمایا:

مَا کَانَ مُحَمَّدٌ اَبَاۤ اَحَدٍ مِّنۡ رِّجَالِکُمۡ وَلٰکِنۡ رَّسُوۡلَ اللّٰهِ وَخَاتَمَ النَّبِیّٖنَ. (الاحزاب،۳۳: ۴۰)

’’محمد (ﷺ) تمہارے مَردوں میں سے کسی کے باپ نہیں ہیں لیکن وہ اللہ کے رسول ہیں اور سب انبیاء کے آخر میں (سلسلۂ نبوت ختم کرنے والے) ہیں۔‘‘

جب دشمن مصطفیٰ کریم ابولہب کی شرارت اور دشمنی انتہا کو پہنچی تو محبت حبیب جوش میں آگئی اور خداوند قدوس نے فرمایا:

تَبَّتۡ یَدَاۤ اَبِیۡ لَهَبٍ وَّتَبَّ. (اللھب،۱۱۱:۱)

’’ابو لہب کے دونوں ہاتھ ٹوٹ جائیں اور وہ تباہ ہو جائے (اس نے ہمارے حبیب پر ہاتھ اٹھانے کی کوشش کی ہے)۔‘‘

جب دشمن مصطفیٰ ﷺ ابو لہب کو سزا کا اعلان سرعام کرنا چاہا تو شان مصطفیٰ ﷺ بلند کرتے ہوئے فرمایا:

سَیَصۡلٰی نَارًا ذَاتَ لَهَبٍ. (اللھب،۱۱۱:۳)

’’عنقریب وہ شعلوں والی آگ میں جا پڑے گا۔‘‘

جب اپنے محبوب محمد مصطفیٰ ﷺ کا علم غیب دنیا کو آشکار کرنا چاہا تو فرمایا:

وَمَا هُوَ عَلَی الۡغَیۡبِ بِضَنِیۡنٍ. (التکویر،۸۱:۲۴)

’’اور وہ (یعنی نبی اکرم ﷺ) غیب (کے بتانے) پر بالکل بخیل نہیں ہیں (مالکِ عرش نے ان کے لیے کوئی کمی نہیں چھوڑی)۔‘‘

خالق عظیم ہمیں اپنی سنت مطاہرہ کے مطابق ہمیشہ اپنے اور اپنے حبیب کے ذکر میں مصروف رکھے تاکہ ہم ذکر خدا اور ذکر حبیب خدا کے طفیل سرخرو ہوں اور اپنے آپ کو بلند کریں۔

☆☆☆☆☆

امام احمد بن حنبلؒ امام اہل السنہ کے لقب سے مشہور ہوئے

آپ کے حسنِ ظن، صدق و اخلاص، توکل و رضا، زہد و ورع کا زمانہ معترف ہے

امام ابوعبیدہ قاسم بن سلام نے فرمایا علم 4 شخصیات پر آکر ختم ہوجاتا ہے، ان میں سب سے زیادہ فقیہ امام احمد بن حنبلؒ ہیں

ڈاکٹر شفاقت علی البغدادی الازہری

حضرت ابو عبد اللہ امام احمد بن محمد بن حنبل شیبانیؒ ماہ ربیع الاول سال 164ھ میں شہر بغداد میں پیدا ہوئے۔ آپ نے اپنی تعلیم و تربیت وہاں کے کبار علماء و مشائخ عظام اور جلیل القدر اساتذہ سے حاصل کی۔ قابل ذکر بات ہے کہ بغداد اس وقت نہ صرف حکومت و اقتدار کا سرچشمہ تھا بلکہ تہذیب و تمدن اور علم و فن کا بھی مرکز تھا۔ جہاں پر اپنا علمی و تدریسی سکہ منوانا آسان کام نہ تھا مگر امام احمد بن حنبلؒ نے حصول علم کے بعد جب درس و تدریس کی مسند پر رونق افروز ہوئے تو آپ کے علمی فضل، ثقاہت حکمت و بصیرت اور فکری و روحانی اوصاف روز روشن کی طرح شہر بغداد کے چپہ چپہ، کوچہ کوچہ اور نگر نگر پھیل گئے۔ آپؒ کے زہد و ورع، تقویٰ و طہارت، توکل و قناعت اور صبر و استقامت کے عظیم مقام و مرتبے کو علمی و روحانی حلقہ میں مقبولیت عامہ حاصل ہوگئی۔ بایں اوصاف آپ امام الآئمۃ، امام اہل السنۃ کے لقب سے ملقب ہوئے۔

امام ابو عبید قاسم بن سلام آپ کے علمی و فقہی مقام و مرتبہ کے بارے میں فرماتے ہیں:

انتهى العلم إلى أربعة افقهم أحمد، ما رأيت رجلا اعلم بالسنة منه.

علم چار شخصیات پر آکر ختم ہو جاتا ہے ان میں سے سب سے زیادہ فقیہ امام احمد بن حنبل تھے۔ میں نے آپ سے زیادہ سنت نبوی کا علم رکھنے والا کوئی شخص نہیں دیکھا۔

اسی طرح امام شمس الدین بن الجزری آپ کے علمی و روحانی اور تقویٰ و ورع میں مقام و مرتبہ کو یوں گویا ہوتے ہیں:

هو إمام المسلمين، و أزهد الأئمة، شيخ الاسلام، افضل الأعلام في عصره، وشيخ السنة، وصاحب المنة على الامة.

آپ امام المسلمین، آئمہ میں سب سے بڑے زاہد، شیخ الاسلام، اپنے زمانے میں سب سے بڑے عالم، شیخ السنۃ اور امت پر صاحب احسان تھے۔

گویا کہ حضرت امام احمد بن حنبلؒ شیبانی کی شخصیت علمی و تحقیقی اعتبار سے انتہائی باکمال، محقق، ثقہ اور حکیم تھی، جب آپؒ کے اصلاح و تقویٰ کو دیکھا جاتا ہے تو یہ آپ کی تفقہ کی صفت پر نمایاں نظر آتا ہے۔ کیونکہ آپ طریقت و شریعت کے اماموں میں سے ہیں۔ بایں وجہ ذیل میں ہم آپؒ کی سیرت کے چند اہم پہلوؤں کو ذکر کریں گے جو کہ انسانی شخصیت کی کردار سازی میں بنیادی کردار ادا کرتے ہیں۔ نیز سیرت امام احمد بن حنبلؒ کو نمونہ و اسوہ بنا کر جو کامیابیاں اور کامرانیاں مل سکتی ہیں اس کے حوالہ سے بھی چند اہم نکات پیش خدمت ہیں:

> ”میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا کہ اخلاص سے کام کرنے والوں کے لئے خوش خبری ہے۔ یہ لوگ چراغِ ہدایت ہیں، ان کے ذریعے ہر سیاہ فتنہ چھٹ جاتا ہے۔“

۱۔حسن ظن کا شاندار نمونہ ۲۔صدق واخلاص کے پیکر
۴۔توکل ورضا ۵۔زہد و ورع میں نمونہ کامل
۶۔صبر وتحمل ۷۔ادب واحترام

حسن ظن کا شاندار نمونہ:

حضرت امام احمد بن حنبلؒ مخلوق خدا سے حسن ظن رکھتے اور نیک گمان کرنے کے بارے میں درجہ کمال پر فائز تھے۔ دین اسلام ہمیں دوسرے کے بارے میں حسن ظن رکھنے اور اچھا گمان رکھنے کی تعلیم دیتا ہے۔ یہاں تک کہ آقا کریم ﷺ نے اپنی احادیث مبارکہ میں اچھا گمان رکھنے کو عبادت کا درجہ دیا ہے۔ لہذا ایک مومن کو دوسرے مسلمان کے بارے میں ہمیشہ اچھا گمان رکھنا چاہیے کیونکہ بدگمانی انسان کو گناہ کی طرف لے جاتی ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اجْتَنِبُوا كَثِيرًا مِنَ الظَّنِّ إِنَّ بَعْضَ الظَّنِّ إِثْمٌ (الحجرات:۱۲)

”اے ایمان والو! بہت ساری بدگمانی کی باتوں سے پرہیز کرو، بے شک بعض بدگمانی گناہ ہیں۔“

مذکورہ بالا آیت میں مطلق گمان کو گناہ نہیں گردانا گیا بلکہ بعض گمان کو گناہ کہا گیا ہے اور وہ برا گمان ہے۔ اور وہ گمان جو گناہ نہیں وہ کسی کے متعلق حسن ظن رکھنا ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

إِنَّ حُسْنَ الظَّنِّ مِنْ حُسْنِ الْعِبَادَةِ (مسند احمد، رقم: ۷۹۴۳)

”یقیناً اچھا گمان بہترین عبادت سے ہے۔“

امام احمد بن حنبل حسن ظن رکھنے کے کمال درجے پر فائز تھے۔ ہمیشہ مخلوق خدا کے بارے میں نیک گمان رکھتے تھے۔ اس چیز کا ثبوت آپ کے ساتھ پیش آنے والے اس دردناک اور المناک واقعہ سے سمجھا جا سکتا ہے جو معتزلہ کی شہ پر مقتدر طاقت کی طرف سے آپ پر مسلط کیا گیا۔ یاد رہے جب عراق میں معتزلہ کا غلبہ وتسلط ہوا تو انہوں نے اپنے عقیدہ کے مخالف علماء ربانیین اور اہل حق کو طرح طرح کی تکالیف و اذیتیں پہنچائیں۔ معتزلہ کا عقیدہ یہ تھا وہ قرآن کو مخلوق مانتے تھے جبکہ علمائے اہل سنت میں ان کے اس عقیدہ کا رد کیا جن میں سرِ فہرست حضرت امام احمد بن حنبل شامل تھے۔ انہوں نے آپ کو قرآن کریم کو مخلوق ماننے پر مجبور کیا اور ہر طرح کی کوشش کی مگر آپ اپنے صحیح عقیدے پر مستقیم رہے۔

واقعہ یوں ہے کہ آپ ضعیف العمر، کمزور اور لاغر ہو چکے تھے پھر بھی آپ کے ہاتھوں کو کندے سے کھینچ کر باندھا گیا اور آپ کے جسم پر ایک ہزار کوڑے مارے گئے۔ لیکن آپ نے ان کی موافقت میں اپنے علم وضمیر کے خلاف کہنا گوارا نہ فرمایا۔ اس دوران آپ کا ازار بند کھل گیا چونکہ آپ کے دونوں ہاتھ باندھے ہوئے تھے ایک غیبی ہاتھ نمودار ہوا اور اس نے آپ کے ازار بند کو باندھ دیا۔ جب ان لوگوں نے آپ کی حقانیت کی یہ دلیل دیکھی تو آپ کو چھوڑ دیا۔ انہیں کوڑوں کے زخموں کے نتیجہ میں آپ کا انتقال ہوا۔ آخر وقت میں آپ سے کچھ لوگوں نے دریافت کیا کہ ان لوگوں کے بارے میں کیا خیال ہے جنہوں نے آپ پر کوڑے برسائے۔ آپ نے فرمایا: میں کیا کہہ سکتا ہوں بجز اس کے کہ انہوں نے خدا کی راہ میں اس گمان پر کوڑے مارے ہیں کہ (معاذ اللہ) میں باطل پر ہوں اور وہ حق پر ہیں میں محض زخمی ہونے پر قیامت کے دن ان سے جھگڑا نہیں کروں گا۔

مذکورہ واقعہ سے پتہ چلتا ہے کہ امام احمد بن حنبل نے حسن ظن کو ہمیشہ پیش نظر رکھا حتی کہ آپ نے اپنے مخالفین

کے جبر و تشدد پر بھی برا گمان نہ کیا بلکہ ان کے بارے میں حسن ظن رکھا کہ شاید وہ سمجھتے ہیں کہ وہ حق پر ہیں اس لیے وہ میری مخالفت کر رہے ہیں اور مجھے جبر کا نشانہ بنا رہے ہیں امام احمد بن حنبل نے ان لوگوں کا معاف فرما دیا۔

صدق و اخلاص کے پیکر:

اخلاص کے معنی پاک صاف ہونے اور خالص ہونے کے ہیں۔ امام راغب اصفہانیؒ فرماتے ہیں:

الاخلاص التَبَرّی عَن کُلِّ ما دُون الله تعالی.

''اخلاص یہ ہے کہ اللہ کے علاوہ ہر چیز سے دل کو پاک کرلیا جائے۔''

یعنی اس سے مراد یہ ہے کہ انسان اپنی زندگی میں جو بھی نیک عمل کرے اس کا دل اس امر پر مطمئن ہو کہ میں نے عمل یا عبادت صرف اپنے مالک و خالق کی رضا و خوشنودی کے لیے کیا ہے اور اسی سے ہی اجر و ثواب کا طلبگار ہوں۔

اسی امر کو اللہ رب العزت نے قرآن کریم میں ارشاد فرمایا:

إِنَّا أَنزَلْنَا إِلَيْكَ الْكِتَابَ بِالْحَقِّ فَاعْبُدِ اللَّهَ مُخْلِصًا لَّهُ الدِّينَ (الزمر،:۲)

''بے شک ہم نے آپ کی طرف (یہ) کتاب حق کے ساتھ نازل کی ہے تو آپ اللہ کی عبادت اس کے لئے اطاعت و بندگی کو خالص رکھتے ہوئے کیا کریں۔''

حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کو جب یمن کی طرف بھیجا گیا تو انہوں نے بارگاہِ رسالت مآب ﷺ میں عرض کیا: یا رسول اللہ! مجھے نصیحت فرمائیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا:

اَخْلِصْ دِيْنَكَ، يَكْفِكَ الْعَمَلُ الْقَلِيْلُ

(أخرجه الحاكم فی المستدرك،۴:۳۴۱)

''اپنے دین میں اخلاص پیدا کر، تجھے تھوڑا عمل بھی کافی ہوگا۔''

اسی طرح حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ

سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللهِ ﷺ يَقُوْلُ: طُوْبٰی لِلْمُخْلِصِيْنَ اُوْلَئِكَ مَصَابِيْحُ الْهُدٰی تَتَجَلّٰی عَنْهُمْ كُلُّ فِتْنَةٍ ظَلْمَاءَ.

> ''اگر تم اللہ تعالیٰ پر اس طرح بھروسہ کرتے جیسا بھروسہ کرنے کا حق ہے، تو تمہیں اس طرح رزق دیا جاتا جس طرح پرندوں کو رزق دیا جاتا ہے۔ وہ صبح کو بھوکے نکلتے ہیں اور شام کو پیٹ بھر کر واپس آتے ہیں۔''

''میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا کہ اخلاص سے کام کرنے والوں کے لئے خوش خبری ہے۔ یہ لوگ چراغِ ہدایت ہیں، ان کے ذریعے ہر سیاہ فتنہ چھٹ جاتا ہے۔''

اخلاص تمام اعمال کی روح ہے، اور وہ عمل جس میں اخلاص نہ ہو اُس جسم کی مانند ہے جس میں روح نہ ہو، گویا اخلاص عبادات و اعمال میں روح کی حیثیت رکھتا ہے۔ امام احمد بن حنبلؒ سے، جو طریقت و سلوک میں ارفع و اعلیٰ مقام رکھتے تھے کسی نے سوال کیا کہ ما ہو الإخلاص؟ یعنی اخلاص کیا ہے؟ آپ نے فرمایا:

الإخلاص هو الخلاص من آفات الاعمال.

''اخلاص یہ ہے کہ تم اعمال کی آفتوں سے محفوظ رہو مطلب یہ کہ عمل ایسا ہونا چاہیے جو سمع و ریا سے خالی ہو اور وہ آفت رسیدہ نہ ہو۔''

امام احمد بن حنبلؒ اخلاص و صدق کے پیکر تھے یہ صفت محمودہ آپ میں روشن ستارے کی طرح موجود تھی۔ یہ ایک راہنما اصول و ضابطہ ہے۔ اگر دور حاضر میں ملت اسلامیہ کے نوجوان بوڑھے، بچے اور خواتین اس قاعدہ و ضابطہ کو اپنی زندگی کا جزولاینفک بنا لیتے ہیں تو ملت اسلامیہ اپنی کھوئی ہوئی اقدار کو حاصل کرسکتی ہے۔

توکل و رضا:

بلاشک و شبہ توکل و رضا قرب الٰہی کا ایک اہم

آپؒ کے زمانے کے حکمرانوں نے یکے بعد دیگرے آپ کو آزمائش کے میدان میں گھسیٹا لیکن اس امتحان کے بعد ایک پاکباز اور ملک سرشت کی حیثیت سے باہر نکل آئے

ذریعہ ہے نہ صرف یہ بلکہ توکل بندہ مومن کی ایسی صفت ہے جو اسے اللہ رب العزت کا محبوب بنادیتی ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

فَإِذَا عَزَمْتَ فَتَوَكَّلْ عَلَى اللهِ إِنَّ اللهَ يُحِبُّ الْمُتَوَكِّلِينَ (آل عمران،۳: ۱۵۹)

''پھر جب آپ پختہ ارادہ کر لیں تو اللہ پر بھروسہ کیا کریں، بیشک اللہ توکّل والوں سے محبت کرتا ہے۔''

اکثر معاشرے میں برائیاں اور کوتاہیاں عدم توکل سے پیدا ہوتی ہیں اور افراد معاشرے اللہ پر بھروسہ چھوڑ کر مادیت کے پیچھے دوڑتے ہیں اور سمجھتے ہیں کہ شاید رزق و مال کے حصول کا یہی راستہ وطریقہ ہے۔ درحقیقت یہ بات اسلامی تعلیمات کے منافی ہے۔ اللہ رب العزت نے انسانیت کو توکل و رضا کی صورت میں ایسا راہنما اصول عطا فرمایا جو رزق و دولت کے حصول کا سب سے بہترین ذریعہ ہے۔

حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

لَوْ أَنَّكُمْ كُنْتُمْ تَوَكَّلُونَ عَلَى اللهِ حَقَّ تَوَكُّلِهِ، لَرُزِقْتُمْ كَمَا تُرْزَقُ الطَّيْرُ، تَغْدُو خِمَاصًا، وَتَرُوحُ بِطَانًا.

(الترمذی فی السنن، الرقم:۲۳۴٤)

'' اگر تم اللہ تعالیٰ پر اس طرح بھروسہ کرتے جیسا بھروسہ کرنے کا حق ہے، تو تمہیں اس طرح رزق دیا جاتا جس طرح پرندوں کو رزق دیا جاتا ہے۔ وہ صبح کو بھوکے نکلتے ہیں اور شام کو پیٹ بھر کر واپس آتے ہیں۔''

صوفیاء اور اہل حق ہمیشہ سے اس طریق کے مسافر رہے ہیں ان میں سے امام احمد بن حنبلؒ کی شخصیت ایک مینارہ نور ہیں جو توکل و رضا کے اعلیٰ درجات پر فائز تھے۔آپؒ کی سیرت و زندگی سے توکل کے بارے میں ایک مثال بطور نمونہ کے یوں ملتی ہے کہ ایک مرتبہ آپ سے ایک شخص نے سوال کیا کہ ما التوکل توکل کیا ہے؟

آپ نے جواب دیا کہ الثقۃ باللہ روزی رسانی میں اللہ تعالیٰ پر مکمل اعتماد اور بھروسہ رکھنا۔

اس نے سوال کیا کہ ما الرضا یعنی رضا کیا ہے؟

آپ نے فرمایا: تسليم الأمور إلى الله رضا یہ ہے کہ تمام کاموں کو خدا کے حوالہ کرنا اور راضی برضا رہنا۔

یعنی اللہ رب العزت کی ذات پر ہمیشہ بھروسہ کرنا اور اس کی عطا پر خود کو تسلیم و رضا کا پیکر بنالینا توکل کی علامت ہے۔

زہد و ورع:

امام احمد بن حنبلؒ کی زندگی زہد و ورع میں یکتائے روزگار تھی۔ انہوں نے پوری زندگی عبادت و ریاضت اور مجاہدہ میں بسر کی۔آپ فرماتے تھے۔

میرا وہ دن خوشبوؤں سے لبریز ہوتا ہے جس دن میرا ہاتھ خالی ہو۔

اسی طرح یہ بھی فرمایا کرتے تھے:

آخرت کے کھانوں اور لباس کے مقابلہ میں دنیا کے کھانوں اور لباس کی کیا حیثیت ہے اور دنیا کی زندگی تو چند روزہ ہے۔

یہی وجہ ہے کہ آئمہ ومحدثین نے امام احمد بن حنبل کے علم وفضل کے ساتھ ان کے جامع الکمالات ہونے کا بھی اعتراف کیا ہے امام شافعی فرماتے ہیں:

میں جب بغداد سے روانہ ہوا تو وہاں امام احمدؒ سے زیادہ صاحب علم وفضل اور متدین ومتورع شخص کوئی نہیں دیکھا۔

طبقات حنابلہ میں ابن ابی لیلیٰ نے امام شافعی کا آپ کی مدح میں یہ قول نقل کیا ہے کہ امام احمد بن حنبل آٹھ

خصلتوں کے مالک ہے۔

امام فی الحدیث، امام فی الفقه، امام فی اللغة، امام فی القرآن،امام فی الفقر،امام فی الزهد،امام فی الورع و امام فی السنة.

آپ حدیث، فقہ، لغت، قرآن، فقر، زہد، ورع اور سنت کے امام تھے۔

اہل معرفت کا ادب:

آپ سے جو کوئی مسئلہ دریافت کرتا اگر وہ سلوک اور طریقت سے متعلق ہوتا تو جواب عنایت فرمادیتے اور اگر حقائق ومعرفت سے تعلق رکھتا تو حضرت بشر حافی کے پاس بھیج دیتے چنانچہ ایک مرتبہ کسی نے سوال کیا کہ ماالمحبۃ ؟ محبت کیا ہے؟ آپ نے فرمایا: یہ بات بشر حافی سے دریافت کرو جب تک وہ حیات ہیں میں اس کا جواب نہیں دوں گا۔

اس سے پتہ چلا کہ آپ اہل معرفت کا کس قدر ادب کرتے تھے کہ ان کی موجودگی میں خود جواب نہیں دیتے بلکہ سائل کو ان کی طرف بھیج دیتے۔

صبر و استقامت:

حضرت امام احمد بن حنبلؒ کی آزمائش تنگدستی، فقرو فاقہ اور غربت و افلاس سے ہوئی مگر دنیوی حاجات نے ان کے قلب کو متزلزل نہ کیا۔ فقرو افلاس آپ کے مجاہدہ و ریاضت اور خدمت دین کی راہ میں رکاوٹ نہ بن سکا۔ آپؒ کے زمانے کے حکمرانوں نے یکے بعد دیگرے آپ کو آزمائش کے میدان میں گھسیٹا لیکن اس امتحان کے بعد ایک پاکباز اور ملک سرشت کی حیثیت سے باہر نکل آئے۔

آپ کی طرح طرح سے آزمائش کی گئی، مامون نے قیدو بند کے مصائب میں مبتلا کیا، آپ قید خانے کی طرف بمشکل پہنچے زندان خانے کی چار دیواری میں اس طرح گئے کہ بیڑیوں کا وزن اور ہتھکڑی کی جھنکار چلنے نہ دیتی تھی۔ آپؒ کو معتصم باللہ نے سزائے قید دی حتیٰ کہ کوڑوں سے آپ کے بدن کو لہولہان کیا، واثق نے پابندیاں عائد کیں اور آپ کی زندگی تلخ کردی لیکن کوئی تکلیف ان میں تزلزل نہ لاسکی۔ جب جسمانی مشقت اور سزا آپ کو حق گوئی وحق کلامی سے باز نہ رکھ سکی تو متوکل نے سونے چاندی کے ڈھیر سامنے جمع کردیئے مگر آپ نے نہایت لاپرواہی سے سیم و زر کے انبار کو ٹھکرادیا۔ آپ نے نعمت سے مامور دستر خوان اس وقت بھی ٹھکرادیئے جب بھوک سے نڈھال ہوچکے تھے۔ سونے چاندی کی تھیلیاں اس وقت بھی واپس کردیں جب جیب بالکل خالی تھی۔ ریشم و دیباج کے لباس پر اس وقت بھی نگاہ نہ ڈالی جب بوسیدہ اور پرانا لباس جسم پر تھا۔ آپ نے کسی ایسی شے کی طرف ہاتھ نہ بڑھایا جو مشکوک یا شان تقویٰ کے خلاف تھی۔

علامہ قاضی ابو الحسین محمد بن محمد خلف الفراء آپ کے وسعت علم اور صبر و استقامت کے بارے میں یوں رقم طراز ہوتے ہیں:

انه فی السنة الامام الفاخر والبحر الزاخر، أوذی فی الله فصبره ولكتابه نصر ولسنة رسول الله انتصر، افصح الله فيها لسانه وأفصح بيانه، وأرجح ميزانه

سنت میں آپ امام فخر اور بحر زاہر ہیں۔ آپ کو تکلیف دی گئی آپ نے صبر کیا۔ آپ اللہ کی کتاب کی نصرت کرنے والے ہیں اور حضور کی سنت سے فتح پانے والے ہیں اللہ نے آپ کی زبان کو فصاحت، آپ کے بیان کو وضاحت اور آپ کے میزان کو بھاری فرما دیا۔

امام احمد بن حنبلؒ کے حالات زندگی اور ان کی سیرت کے مختلف پہلوؤں اسلامی معاشرہ کے افراد کو نہ صرف رشد و ہدایت کی طرف رہنمائی فراہم کرتے ہیں بلکہ نوجوان نسل کی کردار سازی میں مشعل راہ بھی ہیں اور دور حاضر میں بالخصوص تربیت امت اور اصلاح احوال کے لیے آپؒ کی سیرت و تعلیمات روشن مینارہ ہے۔ اللہ رب العزت اہل اسلام کو اخلاق حسنہ اور اعلیٰ اقدار سے مزین فرمائے۔ آمین۔

☆☆☆☆☆

خلیفہ دوم سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ قریش مکہ کے 17 پڑھے لکھے افراد میں شامل تھے

بصیرت اور انتظامی صلاحیت نے آپ رضی اللہ عنہ کو دنیا کا منفرد فاتح اور عادل حکمران بنا دیا

حضور نبی کریم ﷺ نے فرمایا اللہ نے عمر کی زبان اور قلب کو صداقت کا مصدر بنایا

سمیہ اسلام

سیدنا عمر بن خطاب اشراف قریش میں سے تھے۔ آپ رضی اللہ عنہ کی مدت خلافت دس سال، چھ ماہ اور چار دن ہے۔وفات کے وقت آپ کی عمر مبارک تریسٹھ برس تھی۔ ثقہ تابعی ابو رجاء عمران بن ملحان العطاردی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ سیدنا عمر دراز قامت اور مضبوط جسم کے مالک تھے۔ رنگ خوب سفید تھا، آنکھیں سرخ تھیں، چہرے پر داڑھی ہلکی اور مونچھیں گھنی تھیں اور اس کی رنگت سرخی مائل تھی۔

امیرالمومنین فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا شمار تاریخ عالم کی ان شخصیات میں ہوتا ہے جن کی ذات میں بیک وقت اس قدر صلاحیتیں اور خوبیاں موجود ہوں کہ ایک طرف فتوحات اور نظام حکومت میں مساوات، عدل و انصاف، مذہبی رواداری اپنی انتہاء پر ہو اور دوسری طرف روحانیت، زہد و ورع، تقویٰ اور بصیرت بھی اپنے پورے کمال پر نظر آئے۔ اس حوالے سے آپ کی ذات اپنی مثال آپ ہے۔

عدل و انصاف کے معاملے میں بھی آپ کا عملی نمونہ سب کے سامنے موجود ہے۔ جو آپ کے لیے باعثِ امتیاز ہے۔ اپنے، پرائے، کمزور و طاقتور میں فرق نہیں کرتے یہاں تک کہ اپنے متعین کردہ گورنر اور اپنے بیٹے کے لئے بھی انصاف کا مظاہرہ اسی طرح کرتے ہیں جس طرح کسی عام آدمی پر عدل و انصاف کا اطلاق کرتے۔ یہی وہ صفات ہیں جو آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی فتوحات کے پس پردہ کارفرما نظر آتی ہیں۔

رسول اللہ ﷺ کی بعثت کے وقت قریش مکہ میں صرف سترہ آدمی ایسے تھے جو لکھنا پڑھنا جانتے تھے، ان میں ایک سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ بھی تھے۔ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ قرآن کریم سے بہت گہرا تعلق و شغف رکھتے تھے، اس کی اہم دلیل یہ ہے کہ بعض مواقع پر سیدنا عمر رضی اللہ عنہ رسول اللہ ﷺ سے ایسے امور کے بارے میں سوالات کرتے تھے جن کا حکم ابھی نازل نہ ہوا ہوتا اور آپ ﷺ ان معاملات میں خلوصِ دل اور سچائی کے جذبے سے اپنی رائے کا اظہار فرما دیتے۔ ان کی فراست اور قرآن کریم کے مقاصد بالاستیعاب جاننے کی وجہ سے قرآنِ کریم کی بعض آیات ان کی رائے کے مطابق ہوئیں۔

اس میں شک نہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا قبول اسلام حضور نبی اکرم ﷺ کی دعا کا نتیجہ ہے لیکن یہ بھی حقیقت ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کی ذات میں بے شمار صلاحیتیں، سیاسی و انتظامی بصیرت اور عدالت وصداقت ودیعت کر رکھی تھیں، اسی بناء پر آپ ﷺ نے فرمایا تھا کہ عمر کی زبان اور قلب کو اللہ تعالیٰ نے صداقت کا مصدر بنادیا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے وجود مسعود سے اسلام کی شان وعظمت کو قیصر و کسریٰ کے ایوانوں تک پہنچادیا۔

حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہجرت نبوی ﷺ سے چالیس برس پہلے پیدا ہوئے، ایام طفولیت کے حالات پردہ خفا

میں ہیں؛ بلکہ سن رشد کے حالات بھی بہت کم معلوم ہیں، شباب کا آغاز ہوا تو ان شریفانہ مشغلوں میں مشغول ہوئے جو شرفائے عرب میں عموماً رائج تھے، یعنی نسب دانی، سپہ گری، پہلوانی اور خطابت میں مہارت پیدا کی، خصوصاً شہسواری میں کمال حاصل کیا، اسی زمانہ میں انہوں نے لکھنا پڑھنا بھی سیکھ لیا تھا۔ تعلیم وتعلم سے فارغ ہونے کے بعد فکر معاش کی طرف متوجہ ہوئے، عرب میں لوگوں کا ذریعہ معاش زیادہ تر تجارت تھا، اس لیے انہوں نے بھی یہی شغل اختیار کیا اور اسی سلسلہ میں دور دور ممالک کا سفر کیا، اس سے آپ کو بڑے تجربے اور فوائد حاصل ہوئے، آپ کی خودداری بلند حوصلگی، تجربہ کاری اور معاملہ فہمی اسی کا نتیجہ تھی اور ان ہی اوصاف کی بنا پر قریش نے آپ کو سفارت کے منصب پر مامور کردیا تھا، قبائل میں جب کوئی پیچیدگی پیدا ہوجاتی تھی تو آپ ہی سفیر بن کر جاتے تھے اور اپنے غیر معمولی فہم وتدبر اور تجربہ سے اس عقدہ کو حل کرتے تھے۔

فہم وفراست:

عہد نبوت میں آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو سرکار دوعالم ﷺ کا قرب حاصل ہوا اور ساتھ ہی ساتھ تمام معاملات میں آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی مشاورت کو اہمیت حاصل تھی۔ غزوات ہوں یا حکومتی معاملات، سب میں آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مشورہ لیا جاتا تھا۔ بعض اوقات آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی رائے سے صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہ اختلاف کرتے لیکن اللہ تعالیٰ کی طرف سے آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی رائے کی تائید ہوجاتی اور جبرائیل امین علیہ السلام آیات قرآنی کی صورت میں بارگاہ رسالتمآب ﷺ میں حاضر ہوکر موافقت فرماتے۔

سیدنا عمر رضی اللہ عنہ اپنے دور خلافت میں مشورہ کرنے کے عادی تھے۔ وہ ہر معاملے میں لوگوں سے مشورہ کرتے، بسا اوقات تو خواتین سے بھی مشورہ کرلیتے اور اگر ان کے مشورے میں بھلائی دیکھتے تو اسے اختیار فرماتے۔ چنانچہ سند سے ثابت ہے کہ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے اپنی بیٹی ام المؤمنین سیدہ حفصہ سے بھی مشورہ لیا۔

اگر کوئی عمومی حادثہ پیش آتا تو سیدنا عمر رضی اللہ عنہ تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو جمع فرماتے اور جس قدر ممکن ہوتا مجلس مشاورت میں توسیع کرتے تھے، جیسا کہ انھوں نے طاعون کے سلسلے میں وسیع پیمانے پر مجلس مشاورت قائم کی اور ارض شام کی طرف سفر کے سلسلے میں مشاورت فرمائی۔ سیدنا عباس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے کہا میرے پاس ہجرت میں پہل کرنے والوں کو بلاؤ۔ میں نے انھیں بلایا تو سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے ان سے مشاورت کی اور انھیں شام میں پھیلی ہوئی وبا کے متعلق خبر دی تو انھوں نے اختلاف کیا۔ بعض نے کہا، آپ ایک اہم کام کے لیے نکلے ہیں، اس لیے ہم آپ کا واپس لوٹنا مناسب نہیں سمجھتے۔ بعض نے کہا تمہارے ساتھ وہ لوگ ہیں جو (پہلے لوگوں میں سے) باقی رہ گئے ہیں اور رسول ﷺ کے اصحاب ہیں اور ہم انھیں وبائی ملک میں لے جانا مناسب نہیں سمجھتے۔ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا اب تم لوگ جاؤ۔ پھر فرمایا اب انصار کو میرے پاس بلاؤ۔ میں نے ان کو بلایا تو سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے ان سے مشاورت کی تو وہ مہاجرین کے راستے پر چلے اور انہی کی طرح اختلاف کرنے لگے۔ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا اب تم چلے جاؤ۔ پھر فرمایا اب میرے پاس قریش کے ان عمر رسیدہ لوگوں کو بلاؤ جو فتح مکہ سے پہلے مسلمان ہوئے ہیں۔ میں نے انہیں بلایا اور ان میں سے کسی دو افراد نے بھی اختلاف نہیں کیا۔ سب نے کہا ہم یہ مناسب سمجھتے ہیں کہ آپ لوگوں کو لے کر لوٹ جائیں اور انہیں وبا کے سامنے نہ کیجئے۔ آخر سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے لوگوں میں منادی کردی۔

آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دور خلافت میں ایک ہزار چھپن شہر مع قصبات و دیہات فتح ہوئے۔ روم و ایران کا جاہ وجلال سرنگوں ہوا۔ چار ہزار مساجد تعمیر ہوئیں۔ 10 سال 6 ماہ 4 دن کے دور خلافت میں 22 لاکھ 51 ہزار 30 مربع میل پر اسلام کا پرچم لہرانے لگا۔ جس میں شام، مصر، عراق، جزیرہ خوزستان، ایران، آرمینیہ، آذربائیجان، فارس، کرمان، خراسان اور مکران شامل تھے۔

آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے نہ صرف یہ کہ فتوحات کا دائرہ وسیع کیا اور ایک کامیاب فاتح حکمران کے طور پر شہرت حاصل کی بلکہ ان مفتوحہ ممالک میں جو انقلابی اقدامات اور اصلاحات نافذ کیں حقیقت میں وہ آپ کو تاریخ اسلام میں ہی نہیں بلکہ تاریخ عالم میں منفرد وممتاز مقام عطا کرتی ہیں۔

قرآن کریم سے موافقت:

آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روحانیت کا یہ عالم تھا کہ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی زبان پر حق بولتا تھا۔ آپ الہامی شخصیت کے مالک تھے، جو سوچتے وہ ہوجاتا تھا۔ قرآن اور حدیث آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی رائے میں موافقت کرتے۔ آیت حجاب، مقام ابراہیم کو مصلیٰ بنانے، ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن کے متعلق، واقعہ ایلاء، جنگی قیدیوں سے سلوک، منافق کی نماز جنازہ، حرمت شراب، توریت کی آیت کے مطابق حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا کلام، اذان کے حکم کا حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی رائے کے مطابق ہونا، آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روحانیت کا منہ بولتا ثبوت ہے۔ دعائے برکت کے سلسلے میں آنحضورﷺ کا حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مشورے پر عمل کرنا، جنت کی بشارت دینے کے سلسلے میں حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا مشورہ قبول کرنا، فرض اور نوافل کو الگ الگ رکھنے کے سلسلے میں حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی رائے کو پسند فرمانا، آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے روحانیت کا مظہر ہونے کے دلائل ہیں۔ سترہ کے قریب ایسی قرآنی آیات ہیں جو آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی رائے کی موافقت میں نازل ہوئیں۔

عدل و انصاف کا پیکر:

حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ عدل و انصاف کا پیکر تھے۔ اسی عدل و انصاف کی وجہ سے ساڑھے 22 لاکھ مربع میل سے زائد علاقہ پر آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خلافت اپنے تمام تر تقاضوں کے ساتھ موجود رہی اور رعایا نے آپ کے تمام احکامات کو دل و جان سے قبول کیا۔ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے عہد خلافت میں عدالت کا محکمہ باقاعدہ قائم ہوا۔ حکومتی نظام کو احسن طریقے سے چلانے اور عدل و انصاف قائم کرنے کے لئے آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عدالتی امور کو حکومتی امور سے الگ کردیا۔ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنے مقرر کردہ گورنرز، والیوں اور ججز پر سخت گرفت فرماتے۔ ان کی کارکردگی کے جائزہ کے لئے حضرت محمد بن مسلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو مقرر کررکھا تھا۔ جہاں کہیں سے شکایت ملتی یا کہیں بے انصافی کا گمان ہوتا فوراً گرفت فرماتے۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے عدل و انصاف کے پیچھے کارفرما روح صرف اور صرف خوف الٰہی تھی۔ صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہ میں آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سب سے زیادہ اللہ تعالیٰ اور اس کے حساب سے ڈرنے والے تھے۔ خوداحتسابی اور معاملہ فہمی میں بہت محتاط تھے۔

کارہائے نمایاں:

محکمہ فوج، پولیس، ڈاک، بیت المال، محاصل، جیل، زراعت، آبپاشی اور تعلیم کے محکمہ جات کا قیام آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے زمانے میں ہوا۔ اس سے پیشتر یہ محکمے موجود نہ تھے۔ ان محکموں کے قیام سے یکسر نظام خلافت، نظام حکومت میں بدل گیا تمام محکموں کے افسران اور ملازمین کی تنخواہیں مقرر کی گئیں باقاعدہ فوج اور پولیس کے ملازمین بھرتی کئے گئے نہری اور زرعی نظام کو جدید تقاضوں کے مطابق ترتیب دیا گیا ڈیم اور نہریں بنائی گئیں زمینوں کو مزارعین میں تقسیم کردیا گیا باقاعدہ حساب کتاب کے لئے حضرت عثمان بن حنیف رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حضرت حذیفہ بن الیمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ، حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو مختلف شعبوں کا سربراہ مقرر کیا۔

امیرالمومنین فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شخصیت، فہم و تدبر، سیاسی بصیرت، انتظامی صلاحیت، جنگی حکمت عملی، منفرد انداز حکمرانی اور روحانیت کا وہ حسین امتزاج ہے کہ جس نے انہیں تاریخ عالم کا منفرد فاتح اور عادل حکمران بنادیا۔

☆☆☆☆☆

عظمت وفضیلت شیخ سید عبدالقادر جیلانیؒ

آپ والد کی طرف سے حسنی اور والدہ کی طرف سے حسینی ہیں

آپؒ نے فرمایا میرے مرید دن کو روزہ رکھتے اور راتیں اللہ کے حضور سجدہ ریزی میں بسر کرتے ہیں

سعدیہ کریم

حضور غوث الاعظم شیخ عبدالقادر جیلانیؒ

محبوب سبحانی غوث الثقلین حضور غوث الاعظم سیدنا شیخ عبدالقادر جیلانیؒ گیلان کے رہنے والے تھے۔ آپ کا لقب محی الدین ہے۔ محی الدین کا مطلب ہے دین کو زندہ کرنے والا، اس لقب کی وجہ تسمیہ کے متعلق ایک واقعہ ہے جو یوں ہے کہ ایک دن حضور غوث پاک کہیں جارہے تھے۔ راستے میں ایک کمزور مریض کو دیکھا جو اٹھ نہیں پارہا تھا اس نے آپ کو آواز دی کہ مجھے سہارا دے کر اٹھائیں۔ آپ نے اسے اٹھایا اور پوچھا کہ تو کون ہے؟ تو اس نے کہا کہ میں آپ کا دین ہوں۔ ضعیف اور ناتواں (مردہ) سا ہوگیا ہوں۔ آپ کی بدولت ہی مجھے زندگی ملے گی اور ملی ہے جب آپ جامع مسجد میں تشریف لے گئے تو تمام لوگ آپ کو عبدالقادر کے بجائے محی الدین کے لقب سے پکارنے لگے۔

آپ نے فرمایا کہ میں امام حسینؓ کی اولاد سے ہوں اور مخدع (قرب خاص) میرا مقام ہے اور میرا قدم تمام اولیاء کی گردنوں پر ہے۔ آپ نسب نامہ کے مطابق والد کی طرف سے حسنی اور والدہ کی طرف سے حسینی ہیں۔

آپ فرماتے ہیں کہ میرا مشہور نام عبدالقادر ہے اور میرے نانا حضور نبی اکرم ﷺ چشمہ کمال کے مالک ہیں۔ یہاں پر جد کا لفظ آپ ﷺ کے لیے ہی بولا گیا ہے۔

تعلیم:

حضور غوث پاک نے ابتدائی تعلیم اپنے آبائی علاقے میں حاصل کی پھر بغداد کا رخ کیا اور وہاں کے معروف عالم دین ابو سعید المخزومی اور ابوبکر بن المظفر بن سوس سے ظاہری اور باطنی علوم میں کمال حاصل کیا اور شیخ حماد الدباس کی صحبت سے مستفید ہوئے۔ آپ کی شخصیت بڑی پروقار اور بارعب تھی چہرے پر جلال دیکھ کر لوگ مرعوب ہوجایا کرتے تھے۔ آپ نے 10 ربیع الثانی 561ھ کو بغداد میں انتقال فرمایا۔

آپ درویش صفت انسان تھے۔ تمام ظاہری اور باطنی علوم میں یدطولیٰ اور مجتہدانہ ملکہ رکھتے تھے۔ خصوصاً تفسیر، حدیث، فقہ اور تصوف پر دقائق وحقائق بیان فرمایا کرتے تھے۔ آپ کی مجالس میں دور دور سے نامور فضلاء اور علماء حاضر ہوکر حلقہ درس میں شامل ہوتے۔ جب آپ وعظ فرماتے تو فصاحت و بلاغت آپ پر نثار ہوتی۔ عربی اور فارسی دونوں زبانوں پر ملکہ حاصل تھا آپ کا مذہب حنبلی تھا۔ شافعی و حنبلی فقہاء کے مقتداء و امام تھے۔ آپ اپنے بارے میں فرماتے تھے کہ

”پہلے لوگوں کے سورج غروب ہوگئے لیکن ہمارا سورج ہمیشہ بلندی کے کناروں پر رہے گا اور کبھی غروب نہیں ہوگا۔“

شان سید عبدالقادر جیلانی بزبان مولانا عبدالرحمٰن جامیؒ:

مولانا عبدالرحمٰن جامی بیان کرتے ہیں:

”جس وقت حضور غوث پاک نے یہ ارشاد فرمایا کہ میرا قدم تمام اولیاء اللہ کی گردن پر ہے۔ اس وقت اللہ تعالیٰ کی جانب سے ان کے دل پر ایک تجلی ہوئی اور حضور نبی

علم کی فضیلت بیان کرتے ہوئے وہ فرماتے ہیں کہ میں ظاہری و باطنی علوم حاصل کرتے کرتے قطب بن گیا اور اللہ تعالیٰ کی عطا کردہ مدد ونصرت سے منزل سعادت کو پہنچ گیا ہوں۔

اکرم ﷺ کی طرف سے ملائکہ مقربین کی ایک جماعت ان کے پاس ایک لباس لے کر آئی جو تمام اولیاء متقدمین اور متاخرین کی موجودگی میں انھیں پہنایا گیا۔ زندہ اولیاء کرام تو اپنے اجسام کے ساتھ وہاں حاضر تھے لیکن جو وصال پاچکے تھے ان کی ارواح موجود تھیں اور اس وقت ملائکہ اور رجال الغیب نے اس مجلس کو گھیرے میں لیا ہوا تھا اور ہوا میں صف بستہ کھڑے تھے۔ اس اعلان کے بعد روئے زمین کا کوئی ولی ایسا نہ تھا جس نے اپنی گردن کو نہ جھکادیا ہو مگر ایک عجمی نے انکار کیا تو اسکا حال محو ہوگیا۔ (ولایت سلب کرلی گئی)۔“

شان سید عبدالقادر جیلانی بزبان حضرت خلیفہ بن موسیٰؒ:

حضرت خلیفہ بن موسیٰؒ کا ایک خواب حضور غوث الثقلین کی جلالت شان کی زبردست دلیل ہے وہ فرماتے ہیں کہ میں نے حضور اکرم ﷺ کو خواب میں دیکھا تو عرض کیا کہ حضور غوث پاک نے فرمایا ہے:

قدمی هذه علی رقبه کل ولی الله.

تو حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: شیخ عبدالقادر نے سچ کہا اور وہ کیوں نہ سچ کہیں کہ وہ خود قطب ہیں اور میں ان کا نگہبان ہوں۔

شانِ سید عبدالقادر جیلانی بزبان شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ:

آپ فرماتے ہیں: اولیائے امت اور ارباب سلاسل میں سے راہ جذب کی تکمیل کے بعد جو اس نسبت اویسیہ کی طرف سب سے زیادہ مائل اور اس مرتبہ پر بدرجہ اتم فائز ہوئے ہیں وہ حضرت شیخ محی الدین عبدالقادر جیلانی ہیں۔ اسی لیے مشائخ نے کہا ہے کہ وہ اپنی قبر میں زندوں کی طرح تصرف کرتے ہیں۔ اپنی ایک اور کتاب تفہیمات میں وہ لکھتے ہیں:

”شیخ عبدالقادر جیلانی قدس سرہ کو عالم میں اثر ونفوذ کا ایک خاص مقام حاصل ہے۔ اس لیے کہ انھیں وصال کے بعد مالائے اعلیٰ کی ہئیت حاصل ہوگئی ہے اور ان میں وہ وجود منعکس ہوگیا ہے جو تمام عالم میں جاری و ساری ہے۔ لہذا ان کے طریقے (سلسلہ قادریہ) میں بھی ایک خاص روح اور زندگی پیدا ہوگئی ہے۔“

شان شاہ جیلاں بزبان شاہ جیلاں:

سید عبدالقادر جیلانی کو شاہ جیلاں کہہ کر بھی پکارا جاتا ہے انھوں نے اپنے لیے ایک منظوم قصیدہ کہا جو قصیدہ غوثیہ کے نام سے مشہور ومعروف ہے۔

اس قصیدے میں ان کے معجزات و کرامات کا اظہار ہے تاکہ لوگ ان کے بارے میں جان سکیں اور ان کے علوم سے فائدہ اٹھائیں۔ اس قصیدہ میں انھوں نے جن کمالات و کرامات کا اظہار کیا ہے وہ قرآن کریم سے ثابت ہیں۔ مثلاً مردوں کا زندہ کرنا، دریاؤں کا خشک ہوجانا، پہاڑوں کا ریزہ ریزہ ہوجانا، زمانہ کی اطلاع کرنا، آگ کا بجھ جانا وغیرہ۔ ان تمام باتوں کا ظہور انبیاء و مرسلین کے ہاتھوں پر ہوا ہے جس سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ انسانوں میں ایسی کرامات کا ظہور ممکن ہے۔

شیخ سید عبدالقادر جیلانی کا شرف وعظمت:

اپنے منظوم قصیدے کے پہلے حصے میں آپ نے اپنی عظمت وشرف کو بیان کیا ہے۔ وہ لکھتے ہیں۔ اللہ اور رسول اللہ ﷺ کے ساتھ محبت کی وجہ سے مجھے وصال الٰہی حاصل ہوا کیونکہ جب محبت ہوتو وصال نصیب ہوتا ہے یعنی عاشق اپنے معشوق سے مل جاتا ہے یا جڑ جاتا ہے جب وصال حق ہوا تو میں اس قابل ہوگیا کہ فیضان الٰہی اللہ تعالیٰ سے طلب کروں پھر میں اس نشہ کا متحمل ہوگیا یعنی حق تعالیٰ سے وصال کے بعد انسان کو خاص استعداد اور طاقت نصیب ہوتی ہے جو قبل از وصال حاصل نہیں ہوسکتی۔

جب مجھے وصال الٰہی حاصل ہوگیا تو میرا کاسہ دل

فیضان الٰہی کا ظرف بن گیا۔ جس طرح پانی نشیب کی طرف جلدی جاتا ہے اسی طرح فیضان الٰہی میری طبعی کشش کی وجہ سے میری طرف دوڑتا ہوا آیا۔ یعنی میں جس چیز کا طالب تھا وہ مجھے مل گئی اور میں اس کو پی کر مست و مدہوش ہوگیا لیکن میری مستی کی یہ کیفیت چھپی ہوئی نہ رہی بلکہ میرے احباب نے بھی میری مستی کا مشاہدہ کرلیا۔

اللہ تعالیٰ کے انعامات کا تذکرہ:

غوث پاک خود پر اللہ تعالیٰ کے انعامات کا تذکرہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں یعنی خدا نے مجھے وہ لباس پہنایا ہے جس پر عزم (مستحکم ارادے) کا بیل بوٹا تھا اور میرے سر پر کمالات کے تاج رکھے گئے ہیں۔ عزم ایک ایسی قوت ہے جس کی وجہ سے منازل عرفان طے کرنے میں عارف مسلسل کوشش کرتا ہے اور تھکتا نہیں۔ وہ فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے عرفان و بصیرت کا وہ لباس عطا فرمایا ہے جس میں عزم کے پھول بوٹے ہیں اس وجہ سے میرے ارادے میں کبھی لغزش نہیں ہوتی اور مجھے ہر ایک طریقہ ولایت کا تاج کمال عطا کیا گیا ہے۔ جس کی وجہ سے میں ہر ایک طریق میں بیعت کرسکتا ہوں اور خدا نے مجھے اپنے قدیم راز پر مطلع فرمایا اور میری گردن میں رضا وتسلیم کا گلوبند ڈالا اور جو کچھ میں نے مانگا وہ مجھے عطا کردیا۔

یہاں پر جس سر قدیم کا تذکرہ ہے وہ قرآن کریم کے اسرار کی معرفت اور اسرار علم الغیب ہیں جو ان کو عطا کیے گئے ہیں۔ ان کے حصول کے لیے رضا وتسلیم کی ضرورت ہوتی ہے جو اللہ تعالیٰ نے مجھے پہلے عطا کردی اور مجھے صبر وتحمل کا پیکر بنادیا۔ اللہ تعالیٰ نے مجھے تمام اقطاب پر حاکم و سردار بنایا ہے اور میرا حکم ہر حال میں جاری ہے کیونکہ ان کو سر قدیم مل گیا تھا اور جن کو سر قدیم مل جائے اسکی حکومت اور حکم ہمیشہ جاری رہتا ہے اسے کبھی زوال نہیں آتا۔ اسی لیے آپ ہمیشہ تمام اولیاء کے سردار رہیں گے۔ اسی سر قدیم کا فیض تھا کہ آپ قرآن کریم کی ایک ایک آیت کی 40 تفاسیر بیان کیا کرتے۔

اپنے خوارق وکرامات کا تذکرہ:

یعنی اگر میں اپنا راز دریاؤں اور سمندروں پر ڈالوں تو کل دریا اور سمندر تہ نشیں زوال ہوجائیں یعنی جو سر قدیم مجھے عطا کیا گیا ہے۔ اس کی تاثیر اور طاقت اتنی زیادہ ہے کہ اگر اس کو دریاؤں پر ظاہر کردیا جائے تو ان کا پانی زمین میں جذب ہوکر خشک ہوجائے اور ان کو ایسا زوال آجائے کہ ان کا نام و نشان تک باقی نہ رہے۔ اور اگر میں اپنا راز پہاڑوں پر ڈال دوں تو وہ پس کر ریت جیسے باریک ہوجائیں اور دکھائی بھی نہ دیں یعنی میرے علم کی طاقت اس قدر زیادہ ہے کہ پہاڑ بھی اس کی تاثیر سے پاش پاش ہوکر ریت کے ذرے بن جائیں۔

اور اگر میں اپنا راز آگ پر ڈالوں تو میرے راز کے اثر سے آگ بھی بجھ کر خاکستر ہوجائے۔ یہاں پر یہ جاننا چاہیے کہ یہ راز کیا ہے؟ جب عارف کسی منزل کو طے کرتا ہے تو ذوق حاصل ہوتا ہے اور وہ منزل اس کا حال ہوتا ہے اور اس حال سے جو قوت پیدا ہوتی ہے وہ راز کہلاتی ہے اور غوث پاک اپنے راز کی شدت تاثیر کا تذکرہ کررہے ہیں۔ اسی راز سے وہ دریاؤں کو خشک، پہاڑوں کو ریزہ ریزہ اور آگ کو سرد کرسکتے ہیں۔

مزید فرماتے ہیں اگر میں اپنے راز کو کسی مردہ پر ڈال دوں تو وہ فوراً اللہ تعالیٰ کے حکم سے کھڑا ہوجائے اور چلنے پھرنے لگ جائے۔ ہم جانتے ہیں کہ مظاہر فطرت میں دو بڑی چیزیں ہیں۔ آگ اور پانی اور سب سے زیادہ جسامت پہاڑوں کی ہوتی ہے اور مردہ انسان کا زندہ ہونا بظاہر ناممکن ہوتا ہے مگر حضور غوث پاک کے سر قدیم کی تاثیر ان تمام موجودات پر غالب ہوتی ہے جس کی دلیل قرآن میں موجود ہے کہ ابراہیم علیہ السلام پر نار گلزار ہوگئی، موسیٰ علیہ السلام کے لیے دریا خشک ہوگیا، کئی پہاڑ اٹھا لیے گئے اور ان کا وجود باقی نہیں رہا۔ عیسیٰ علیہ السلام نے مردے زندہ کیے اور یہ تمام کام دراصل خدا کی قدرت کاملہ کا مظہر ہیں۔

وہ فرماتے ہیں کہ اے منکر کرامات میرے ساتھ جھگڑے کو ختم کر حقیقت تو یہ ہے کہ جو مہینے اور زمانے گزر گئے ہیں یا گزر رہے ہیں یہ سب میرے پاس آتے ہیں اور مجھے اپنا حال سناتے ہیں اور مجھے گزشتہ اور آئندہ واقعات کی خبر اور اطلاع دیتے ہیں۔

مریدوں پر اپنی نوازشات اور مہربانیوں کا بیان:

حضور غوث پاک اپنے مریدین اور ماننے والوں کو بھی اپنے قصیدے میں شامل فرماتے ہوئے ان پر اپنی نوازشات اور مہربانیوں کو بھی ظاہر فرماتے ہیں۔

یعنی اے میرے مرید اللہ تعالیٰ سے عشق کرو اور خوش رہو کیونکہ جب تم عشق الٰہی سے سرشار ہوتے ہو تو پھر تم جو چاہے وہ کرسکتے ہو اللہ تعالیٰ اس عشق کی وجہ سے تمھیں قوتیں اور طاقتیں عطا فرماتا ہے اور میرا نام بزرگی ہے۔ میں اپنے مریدوں کو منازل عرفان طے کرنے کی ہدایت کرتا ہوں کیونکہ قرآن کریم میں ارشاد ہوتا ہے وما تشاءون الا ان یشاء اللہ یعنی اللہ سے عشق کرنے والوں کی مرضی اور ارادہ اللہ تعالیٰ کی مرضی اور ارادہ ہوتا ہے۔ وہ فرماتے ہیں کہ تنگی اور خوشی دونوں حالتوں میں خوش رہنا چاہیۓ اور خدا کے اسرار کو اس کی حمد کے طور پر بیان کرنا چاہیۓ۔

اپنے مریدین کی ذمہ داری لیتے ہوئے فرماتے ہیں کہ میرے مریدو! تمھیں کبھی ناکامی نہیں ہوگی اور کوئی خوف کرنے کی ضرورت نہیں کیونکہ تم سب میرے مرید ہو اور اللہ تعالیٰ مجھ پر راضی ہے۔ میرا مالک اور محافظ ہے اور میں اسی کی عطا کردہ توفیق سے اپنے مریدین کی دستگیری کرتا ہوں اور ہر مشکل میں مریدوں کا ساتھ دیتا ہوں۔

اولیاء پر اپنی فضیلت اور شوکت کے اظہار کا بیان:

یعنی آسمان اور زمین میں میرے نام کے ڈنکے بجائے جاتے ہیں اور نقیب سعادت میرے لیے ظاہر ہو رہے ہیں۔ آسمانی ملائکہ اور زمین کے انسانوں میں اولیاء کرام میں میرے نام کی شہرت ہے اور رہے گی۔ کیونکہ سعادت ازلی کے نقیب جو بادشاہ کے آگے پروٹوکول کے لیے چلتے ہیں وہ میرے آگے آگے چل رہے ہیں جہاں پر بھی میں جاتا ہوں راستوں میں للکارتے ہیں اور میرا چرچا عام ہو رہا ہے۔ وہ فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کے تمام شہر میری ملکیت ہیں اور میرے حکم کے تابع ہیں اور میرا دل میری پیدائش سے پہلے ہی کشف الٰہی کے لیے پاک صاف کرکے منتخب کرلیا گیا تھا۔

میں اللہ تعالیٰ کے تمام شہروں کی طرف دیکھتا ہوں تو وہ مجھے رائی کے دانے کے برابر نظر آتے ہیں۔ علم کی فضیلت بیان کرتے ہوئے وہ فرماتے ہیں کہ میں ظاہری و باطنی علوم حاصل کرتے کرتے قطب بن گیا اور اللہ تعالیٰ کی عطا کردہ مدد و نصرت سے منزل سعادت کو پہنچ گیا ہوں۔ یعنی مجھے جو کچھ بھی ملا ہے علم کی وجہ سے ملا ہے بغیر علم کے کچھ حاصل نہیں کیا جاسکتا۔

مریدین کی صفات کا تذکرہ:

اپنے مریدین کی صفات کا تذکرہ بھی انتہائی دلنشین انداز میں کیا ہے۔ فرماتے ہیں۔ یعنی میرے مرید تو وہ ہیں جو صائم الدہر اور قائم اللیل ہیں یعنی دن کو روزہ رکھتے ہیں اور راتیں اللہ کے حضور سجدہ ریزی میں بسر کرتے ہیں ان کی عبادتوں اور ریاضتوں اور اللہ تعالیٰ کی محبت کی وجہ سے ان کی پیشانیاں رات کے اندھیروں میں موتیوں کی طرح چمکتی ہیں۔

ہر ایک ولی میرے قدم بقدم ہے اور میں خود پیغمبر علیہ السلام کے نقش قدم پر ہوں جو آسمان رسالت کے بدر کمال ہیں۔ یہاں پر وہ اتباع مصطفیٰ ﷺ کا تذکرہ کرتے ہیں کہ زمین کے تمام اولیاء شریعت اور معرفت کے طریقوں میں میرے تابع ہیں اور میں حضور اکرم ﷺ کے تابع ہوں۔ اسی اتباع کی وجہ سے میرا قدم تمام اولیاء کی گردنوں پر ہے۔ وہ فرماتے ہیں کہ اے میرے مریدو! تم کسی چغل خور (بدعقیدہ) سے مت ڈرو کیونکہ وہ میرا مقابلہ نہیں کرسکتے۔ میں جنگ میں ثابت قدم ہوں اور دشمنوں کو قتل کرنے والا ہوں۔ یہاں پر ان بدعقیدہ لوگوں کا رد کیا گیا ہے جو حضور غوث پاک کی شان میں گستاخی کرتے ہیں۔ وہ اپنے مریدوں کو ان سے نہ ڈرنے کا حکم دے رہے ہیں کہ بتا رہے ہیں کہ وہ کتنی ہی چالیں کیوں نہ چلیں میرا مقابلہ نہیں کرسکتے۔ میں خود انھیں تہ تیغ کردوں گا۔ میں خدا کا بندہ اور اس کی جماعت ہوں اور دنیا میں فتح صرف خدا کے بندوں اور اس کی جماعت کو ہی حاصل ہوتی ہے۔ اس لیے میں ہمیشہ فاتح رہوں گا۔

☆☆☆☆☆

علماء اسلام کو سائنسی انداز میں پیش کریں

آج کا نوجوان احکامات کو جدید سائنسی و تحقیقی پیمانوں پر ناپتا ہے

سائنس نے جن 7 فضائی طبقات کا انکشاف آج کیا قرآن نے 14 سو سال پہلے کر دیا تھا

مرتب: فاطمہ سعید

آج کا پڑھا لکھا ذہن، نوجوان اور دانشور طبقہ دور جدید میں معاصر علوم وفنون کا مطالعہ تنقیدی اور تقابلی انداز سے کررہا ہے جس سے اس کے قلب و ذہن پر ایسے گہرے اور دور رس اثرات مرتسم ہورہے ہیں جو اس امر کے متقاضی ہیں کہ اسلام کو روایتی انداز کی بجائے سائنسی انداز سے پیش کیا جائے اور ہر بات کا غیر جذباتی انداز سے تجزیہ اور چھان پھٹک کرکے حقیقت تک پہنچا جائے اور اسلام کو فلسفیانہ انداز، منطق اور دلائل کے ساتھ اتنی قوت اور مضبوطی سے غیر مبہم انداز میں تقابلی اور تنقیدی اسلوب میں پیش کیا جائے کہ باطل افکار، نظریات وتصورات اور استدلال کی ساری قوت اس طرح سے ٹوٹ جائے کہ اس کے پاس پسپا ہونے کے سوا اور کوئی راستہ نہ ہے اگر موجودہ تعلیم یافتہ طبقے کو اسلام کی صحیح روح سے جدید علمی و منطقی انداز سے روشناس کیا جائے تو کوئی وجہ نہیں کہ مغربی یلغار کا اس طرح منہ موڑ دیا جائے کہ اس کے قدم اکھڑ کر رہ جائیں اور اسلام کی آفاقی اور ابدی حقانیت کو تسلیم کرنے کے سوا اس کے لیے اور کوئی چارہ نہ ہو۔

جدید فکر اور نظریے کے سوتے مادیت سے پھوٹتے ہیں جبکہ اسلامی نظریے اور فکر کا سرچشمہ اور ماخذ گنبد خضریٰ کی ذات گرامی اور وہ بنیادی و اساسی تعلیمات ہیں جن کا سرچشمہ قرآن ہے۔ قرآن اور سنت مصطفویﷺ پر مبنی نظریے کا موازنہ جدید سائنسی فکر سے کریں تو یہ حقیقت آشکار ہوجاتی ہے کہ اسلام کے پاس ہر موقف کے لیے دلیل کی قوت ہے۔

لہٰذا اس امر کی ضرورت آج پہلے سے کہیں زیادہ ہے کہ اسلام کو اس طریقہ سے پڑھا، سمجھا اور پیش کیا جائے۔ مسلمان نوجوان کے عقائد کی بنیادیں متزلزل ہونے کی بجائے مضبوط سے مضبوط تر ہوتی جائیں۔

استدلال کی اہمیت:

اسلام میں استدلال کی اہمیت کا اندازہ حضورﷺ کے اعلان نبوت کے بعد ہوجاتا ہے جب کفار ومشرکین نے آقائے دو جہاںﷺ سے آپ کی بعثت مبارکہ کے بعد دلیل طلب کی۔ اگر آپ چاہتے تو کوئی امر مانع نہیں تھا کہ آپ اسی وقت کوئی معجزہ دکھا دیتے ہیں جس سے کافروں کی زبانوں پر مہر سکوت لگ جاتی۔ لیکن آپ نے ایسا نہیں کیا اور عقیدہ توحید کو حکمت وتدبر کے علمی انداز سے سمجھانے کی کوشش کی۔

قبل از نبوت چالیس سالہ زندگی کی سیرت کے حوالے سے اپنے بچپن سے بلوغت اور پختگی کی عمر تک جلوت و خلوت کے تمام شب و روز پیش کردیئے جو ایک کھلی کتاب کی طرح ان کے سامنے تھے۔ آپﷺ نے کھلا چیلنج دیا کہ میری زندگی کے کسی ورق پر کوئی دھبہ ثابت کرو ورنہ میرے دعویٰ توحید سے انکار کردینا۔

سائنسی انکشافات کی تصدیق۔قرآن و حدیث کی روشنی میں:

یہ ایک بدیہی امر ہے کہ آج سے چودہ سو سال پیشتر قرآن مجید اور احادیث نبویﷺ میں بہت سی ایسی حقیقتیں منکشف کردی گئی تھیں جن کی توثیق و تصدیق حقائق کے موجودہ سائنسی مطالعے سے ممکن ہے۔ جدید تحقیق سے سائنس نے ثابت کیا ہے کہ یہ فضا جو کم و بیش دو ہزار میل پر محیط ہے اس میں مختلف فضائی طبقات پائے جاتے ہیں۔ انہیں سائنسی اصطلاح میں (Atmospheric Layers) سے موسوم کیا جاتا ہے۔ نظام شمسی سے دو قسم کی شعاعیں آتی ہیں۔ سورج سے آنے والی شعاعیں کرہ ارضی کو حرارت و توانائی فراہم کرتی ہیں جو انسانی زندگی کے لیے مفید اور ناگزیر ہیں جبکہ نظام شمسی سے بھی اوپر کی فضا سے آنے والی شعاعیں جو انسانی زندگی کے لیے مضر اور خطرناک ہیں۔

اللہ تعالیٰ کی قدرتِ کاملہ اور شان ربوبیت ملاحظہ ہو کہ جب یہ نقصان دہ اور مہلک شعاعیں مذکورہ بالا فضائی طبقات میں سے گزرتی ہیں تو وہ ان شعاعوں کو اپنے اندر جذب کرلیتے ہیں جبکہ مفید اور بے ضرر شعاعیں ان سے بے روک ٹوک گزر کر زمین تک پہنچ جاتی ہیں۔ اس طرح فضائی طبقات میں پائی جانے والی یہ شعاعیں گویا فلٹر کا کام کرتی ہیں۔کتنی حیرت انگیز بات ہے کہ سات طبقات جن کا انکشاف سائنس نے اب کیا ہے قرآن حکیم نے آج سے صدیوں پہلے انسان کو ان لفظوں میں بیان کردیا تھا:

وَ بَنَيْنَا فَوْقَكُمْ سَبْعًا شِدَادًا. (النباء،۷۸:۱۲)

''اور (اب خلائی کائنات میں بھی غور کرو) ہم نے تمہارے اوپر سات مضبوط (طبقات) بنائے۔''

حالانکہ سائنس کا انحصار تو محض ظن و تخمین اور قیاسی علم پر ہے جبکہ قرآن اور ہمارے نبی کا علم علم الیقین بلکہ عین الیقین کے درجے پر ہے

تخلیق کائنات کے باب میں بہت سے حقائق جن تک سائنس کو کافی عرصہ بعد رسائی حاصل ہوئی۔ ہر شے سے پہلے نورالوہیت سے نور محمدیﷺ کا ظہور ہوا۔آج تک جس قدر کائنات کی تخلیق کے باب میں تحقیق ہوئی ہے اس سے آج کا انسان اس نتیجے پر پہنچا ہے کہ اس کائنات کی ابتدا روشنی کے ایک ہیولے سے ہوئی۔گویا تصور تخلیق یہ ہے کہ تخلیق کائنات کا آغاز ایک تخلیقی وحدت سے ہوا۔ جب شکست و ریخت کا شکار ہوئی تو اس کے مختلف حصے جدا ہوکر اس مادی کائنات کو وجود میں لائے۔ قرآن حکیم میں اس حقیقت کی نشان دہی ان الفاظ میں کی گئی ہے:

اَوَلَمْ يَرَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا اَنَّ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ كَانَتَا رَتْقًا فَفَتَقْنٰهُمَا. (الانبیاء،۲۱: ۳۰)

''اور کیا کافر لوگوں نے نہیں دیکھا کہ جملہ آسمانی کائنات اور زمین (سب) ایک اکائی کی شکل میں جڑے ہوئے تھے پس ہم نے ان کو پھاڑ کر جدا کر دیا۔''

اس آیہ کریمہ میں دو الفاظ رتق اور فتق قابل غور ہیں۔ جبکہ فتق کا مفہوم اس کے برعکس جڑے ہوئے وجودوں کو چھوڑ دینا اور ایک دوسرے سے جدا کرنا ہے۔ آئن سٹائن نے 1915ء میں نظریہ اضافت کے ذریعے مادے، توانائی، کشش ثقل، مکان و زمان کے باہمی تعلق کو واضح کرکے ساکن کائنات کے نظریے کو رد کردیا۔لیکن کائنات میں مسلسل توسیع کے عمل کو جو اس کے معرض وجود میں آنے سے اب تک جاری ہے اور ہمیشہ جاری و ساری رہے گا، یہ نظریہ بھی زیادہ واضح نہ کرسکا۔

ایڈون ہبل پہلا امریکی سائنس دان تھا جس نے Big Bang Theory پیش کرکے فتق کے بارے میں قرآنی بیان کی تصدیق کی ہے اور اس کی تحقیق کی رو سے یہ کائنات غیر متغیر نہیں بلکہ مسلسل وسعت پذیر (Ever Expanding) وحدت ہے۔

آج سے کوئی پچیس (25) سال پہلے دو امریکی سائنسدانوں آرنو پینز یار اور رابرٹ ولسن نے پیش کی جس کی رو سے کائنات کی ابتداء ایک تخلیقی وحدت سے ہوئی جو غیر

معمولی توانائی کی حامل تھی اور جس کے یکا یک پھٹ جانے سے اس کائنات زیریں و بالا کے مختلف حصے میں زمینی و آسمانی طبقات، کہکشائیں وغیرہ شامل ہیں وجود میں آئے۔

اس مادی کائنات کی تخلیق سے پہلے جب سوائے خلائے کے کچھ بھی نہ تھا ہر طرف پانی ہی پانی تھا۔ قرآن حکیم میں اس حقیقت کو یوں بیان کیا گیا:

وَجَعَلْنَا مِنَ الْمَآءِ كُلَّ شَيْءٍ حَيٍّ.

''اور ہم نے (زمین پر) ہر پیکرِ حیات (کی زندگی) کی نمود پانی سے کی۔'' (الانبیاء،۲۱:۳۰)

اس آیہ کریمہ سے ثابت ہے کہ مظاہر زندگی کا آغاز پانی سے ہوا اور چیز اپنے نمو کے لیے پانی کی مرہون منت ہے۔

سائنس اور قرآن کا تقابلی جائزہ:

سائنسی علم اور ایجادات و اکتشافات تو اس دور کی پیداوار ہیں لیکن قرآن نے آج سے چودہ صدیاں پہلے یہ حقائق منکشف کردیں جب سائنس کے نام سے دنیا آشنا نہ تھی۔ تخلیق کائنات سے پہلے گیسوں اور دھویں کے سوا اور کچھ نہ تھا اور اسی طرح جب یہ کائنات اپنے انجام کو پہنچے گی تو سائنسی تحقیق کی رو سے تب دھویں کی پہلی حالت یعنی Gaseous state کی کارفرمائی ہوگی۔ قرآن مجید میں دھویں کی اس حالت کو ''دخان'' سے تعبیر کیا ہے۔ ارشاد ربانی ہے:

فَارْتَقِبْ يَوْمَ تَأْتِي السَّمَآءُ بِدُخَانٍ مُّبِيْنٍ.

''سو آپ اُس دن کا انتظار کریں جب آسمان واضح دھواں ظاہر کر دے گا۔'' (الدخان،۴۴:۱۰)

خلائی سائنس پر آج مغربی اور اشتراکی دنیا میں جو تحقیقات ہو رہی ہیں اس کے مطابق اس کائنات کا انجام آج سے پینسٹھ ارب سال بعد ہوگا یعنی جسے ہم قیامت کہتے ہیں وہ سائنسی اندازے کے مطابق اتنے عرصے بعد برپا ہوگی۔ سائنس دان کہتے ہیں کہ جب کائنات اپنے انجام کو پہنچے گی تو جیسے شروع میں دھماکہ (Explasion) ہوا تھا ویسے ہی کائنات کے اجرام فلکی آپس میں ٹکرا جائیں گے۔

''تم میں سے جس کے پاس ضرورت سے زائد کپڑا ہو وہ اس شخص کو لوٹا دے جسے اس کی ضرورت ہے اور جس کے پاس ضرورت سے زیادہ کھانا ہو وہ اس شخص کو لوٹا دے جسے اس کی ضرورت ہے۔''

کتنے نادان ہیں وہ لوگ جو یہ کہتے ہیں کہ ہمارے نبی ﷺ کو آنے والے کل کا علم نہیں ہے جبکہ سائنس آج سے پینسٹھ ارب سال بعد کی بات کر رہی ہے۔ اگر اسلام کا یہ چہرہ لے کر ہم اغیار کے سامنے جائیں گے تو لامحالہ نبوت کا علم سائنس کے مقابلے میں کم تر ٹھہرے گا۔ حالانکہ سائنس کا انحصار تو محض ظن وتخمین اور قیاسی علم پر ہے جبکہ قرآن اور ہمارے نبی کا علم علم الیقین بلکہ عین الیقین کے درجے پر ہے اور جو کچھ کتاب اللہ اور احادیث پاک میں بیان فرمایا گیا ہے اس کی حقانیت اور صداقت میں ذرہ بھر شک کی گنجائش نہیں لیکن اس حتمی و قطعی علم پر یقین رکھنے والے عملاً بے یقینی، کج فہمی اور بے بصیرتی کا مظاہرہ کر رہے ہیں۔ افسوس ہم نے تحقیق و تفکر چھوڑ دیا ورنہ ایسا نہ ہوتا۔

جدید سائنسی تحقیقات پر قرآنی استدلال کی حکمت:

سائنس کہتی ہے کہ کائنات کے خاتمے کے ساتھ گیسیں ختم ہوجائیں گی اور چاند، سورج ستارے سب بے نور ہوجائیں گے۔ قرآن حکیم میں اس ہونے والے واقعے کا ذکر یوں بیان فرمادیا گیا ہے:

إِذَا السَّمَآءُ انْفَطَرَتْ. وَإِذَا الْكَوَاكِبُ انْتَثَرَتْ.

''جب (سب) آسمانی کرّے پھٹ جائیں گے۔ اور جب سیارے بکھر جائیں گے۔'' (الانفطار،۸۲:۱،۲)

سائنس سے اسلام کے تقابل کا منشا و مدعا یہ ہے کہ اگر اسلام اور قرآن و حدیث کا مطالعہ سائنس کے حوالے سے کیا جائے اور اسے سائنٹیفک انداز سے پیش کیا جائے تو کوئی وجہ نہیں

کہ باطل کا وہ حملہ پسپا نہ ہوجائے جو عقل وشعور اور استدلال کے راستے سے آج کے نوجوان کے ایمان پر کیا جارہا ہے۔

اسلام ہر مہذب دور کی تعلیمات سے اعلیٰ ہے:

آج کی مہذب دنیا میں شہادت پیش کرنے کا یہی عدالتی طریقہ رائج ہے کہ جب ایک فریق اپنا دعویٰ پیش کرتا ہے تو دوسرا اپنی صفائی میں جواب دعویٰ پیش کرتا ہے۔ جو بات قانون کے تقاضے پورے کرنے کے لیے آج کے عدالتی نظام میں بیان کردی گئی ہے اسے آقائے دو جہاں ﷺ نے چودہ سو سال پہلے بیان فرمایا تھا:

البینة علی المدعی والیمین علی من انکر.

''گواہی ہے اس کے مدعی پر اور قسم ہے اس کے انکار کرنے والے پر۔''

آج کا نوجوان جس نے سارے تصورات مغربی قانون کی کتابوں سے پڑھے ہیں اس کا ذہن اسلام کے بارے میں اس لیے متزلزل ہے کہ اس کے نزدیک یہ سب کچھ مغرب کی پیداوار ہے۔ اگر وہ یہ جان لے کہ ان مسائل کا حل قرآن و حدیث میں موجود ہے تو اس کے خلاف اسلام تصورات کی طرف لپکنے کے امکانات باقی نہ رہیں۔ موجودہ نسل کی گمراہی پر قصور وار ان کے بزرگ ہیں جنہوں نے ان کو یہ تعلیم ہی نہیں دی۔

اسلام میں نظریہ دولت:

اسلام کے تصور معیشت میں ارتکاز زر یعنی دولت کے چند ہاتھوں میں سمٹ آنے کی مطلقاً کوئی گنجائش نہیں وہ تو اس بات کا حامی ہے کہ فلاحی اور خوشحالی معاشرے کے قیام کے لیے گردش دولت کا ایسا نظام قائم کردیا جائے کہ سرمایہ اور دولت ہر شخص کے پاس پہنچے اور معاشی تعطل اور ناہمواریوں کا اس طرح خاتمہ کردیا جائے۔ اللہ رب العزت کا ارشاد گرامی ہے:

كَيْ لَا يَكُونَ دُولَةً بَيْنَ الْأَغْنِيَاءِ مِنكُمْ.

''تاکہ (سارا مال صرف) تمہارے مالداروں کے درمیان ہی نہ گردش کرتا رہے (بلکہ معاشرے کے تمام طبقات میں گردش کرے)۔''

حضرت ابو سعید خدریؓ سے مروی آقائے دو جہاں علیہ الصلوۃ والسلام کا یہ فرمان تمام اہل اسلام کے لیے غور وفکر کا تقاضا کرتا ہے۔ حضور نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

من کان عنده فضل زاد فلیوده علی من لا زاد له... ()

''تم میں سے جس کے پاس ضرورت سے زائد کپڑا ہو وہ اس شخص کو لوٹادے جسے اس کی ضرورت ہے اور جس کے پاس ضرورت سے زیادہ کھانا ہو وہ اس شخص کو لوٹا دے جسے اس کی ضرورت ہے۔''

آنحضور ﷺ نے **فلیوده** کے جو الفاظ استعمال فرمائے ان کی معنویت قابل غور ہے۔ آپ ﷺ نے یہ ارشاد نہیں فرمایا کہ ضرورت سے وافر چیزیں غریبوں کو دے دیں بلکہ فرمایا کہ لوٹادیں۔ دینے اور لوٹانے میں واضح فرق ہے۔ آپ وہ چیزیں دیتے ہیں جس کے آپ مالک ہیں۔ لوٹادینے میں ملکیت کا نہیں بلکہ امانت کا مفہوم پوشیدہ ہے۔

یہ بات ذہن نشین رہے کہ ہمارے علماء اور مولوی حضرات اس لیے اسلام کے ترقی پسندانہ تصورات کو نسلِ نو کے سامنے پیش نہیں کررہے۔ انہیں یہ اندیشہ لاحق رہتا ہے کہ اگر انہوں نے کوئی ایسی بات کی تو انہیں امامت اور خطابت سے فارغ کردیا جائے گا۔

آخر میں یہ بات ذہن نشین کرلیں کہ موجودہ نسل کو محض فتوؤں کے زور سے اور دوزخ کی آگ کے خوف سے اسلام کی طرف واپس نہیں بلایا جاسکتا ہے بلکہ ضرورت اس امر کی ہے کہ ان کے ایمان و اسلام کو باطل اثرات سے محفوظ کرنے کے لیے ان کے سامنے اسلام کو علمی، سائنسی اور منطقی اعتبار سے پیش کیا جائے اور انہیں یہ باور کرادیا جائے کہ فکری، نظریاتی اور استدلالی اعتبار سے اسلام سے بہتر دنیا کا کوئی نظام اور فلسفہ نہیں ہے۔

☆☆☆☆☆

صبر و تحمل اور برداشت کی ضرورت و اہمیت

صبر انسان کے وقار کو بلند کرتا اور اس سے سخاوت و بے نیازی کی صفات پیدا ہوتی ہیں

صبر و عفو و درگزر خیر کے خزانوں میں ایک خزانہ ہے

حضرت علی ؓ نے فرمایا: اسلام یقین، صبر، جہاد کے ستون پر مبنی ہے

ہانیہ ملک

آج ہم جس دور سے گزر رہے ہیں سائنسی ایجادات، سہولتوں اور آسائشوں کی بھرمار نے بظاہر ہماری زندگی کو بہت سہل بنادیا ہے۔ اپنی خواہشوں اور مطالبات کو چند لمحوں میں پورا کرلینے کے باوجود ہماری زندگیاں بے بسی، بے سکونی، بداخلاقی، مایوسی، اضطراب، ڈپریشن، عدم تحفظ اور عدم استحکام کا شکار ہوچکی ہیں۔ جیسے جیسے ہماری سہولیات میں اضافہ ہوتا جارہا ہے وہاں ہمارے معاشروں سے اخلاقیات، برداشت، رواداری اور بھائی چارے کا خاتمہ ہوتا جارہا ہے۔ ایسا دکھائی دیتا ہے کہ ''طاقت'' ہی اصل اصول کو اپناتے ہوئے ہم زمانہ جاہلیت کی طرف چل نکلے ہیں۔ زمانہ جاہلیت میں معمولی معمولی باتوں پر جھگڑا شروع ہوتا تو خون کی ندیاں بہادی جاتیں۔ نسل درنسل دشمنیاں چلیں۔ آج اگر دیکھا جائے تو ہمارا معاشرہ دور جاہلیت کا منظر پیش کررہا ہے۔ سیاست ہو یا گھریلو زندگی، معاشرتی زندگی ہو یا سماجی، ہر جگہ گالی گلوچ کا کلچر فروغ پارہا ہے۔ یہاں تک کہ دینی اور مذہبی حلقے بھی رواداری، برداشت، صبر وتحمل اور عدل و انصاف جیسی اعلیٰ صفات سے محروم ہوتے جارہے ہیں۔ ہماری عدالتوں کے کیس اٹھا کے دیکھ لیں تمام جرائم اور قتل و غارت کی بنیادی وجوہات میں بے صبری اور عدم برداشت سرفہرست ہیں۔

پارلیمنٹ ہاؤس، ٹیلی ویژن کے ٹاک شوز، ہمارا سارا معاشرہ عدم برداشت کی وجہ سے مچھلی منڈی کا منظر پیش کررہا ہے۔ معاشرے کی اس بڑھتی بدحالی کی بنیادی وجہ صبر کا نہ ہونا ہے۔

دراصل صبر ناخوشگوار حالات، اضطراب، تکلیف، تنگی، دکھ یا مشکل میں انسان کے اندر تحمل اور برداشت جیسی قوتوں کو پیدا کرتا ہے۔ جو بلاشبہ ایک کٹھن مرحلہ ہوتا ہے لیکن اس کٹھن مرحلے سے گزرنے کے بعد انسان بے پناہ کامیابیوں اور کامرانیوں سے نواز دیا جاتا ہے۔ یہاں یہ نکتہ قابل غور ہے کہ صبر کا اظہار کرنا صبر نہیں بے صبری ہے، صبر توکل سے جڑا ہے اور توکل خاموشی اختیار کرتے ہوئے اپنے رب کی طرف رجوع کرتا ہے۔ جس صبر میں گلہ ہو وہ صبر صبر نہیں رہتا۔ صبر کرنے والے انسان کا وقار بلند ہوتا چلا جاتا ہے۔ اس کے نفس میں سخاوت اور بے نیازی جیسے اعلیٰ درجے کے اوصاف پیدا ہوجاتے ہیں۔ پھر وہ اپنے رب کا شکر گزار بندہ بن جاتا ہے۔ منزل صابرین کے قدم چومتی ہے جبکہ جلد بازی اور بے صبری ہمیشہ انسان کو منزل سے دور لے جاتی ہے۔ اللہ پاک نے قرآن مجید میں فرمادیا۔

''بے شک اللہ صبر کرنے والوں کے ساتھ ہے۔''

غور طلب بات یہ ہے کہ جسے رب کا ساتھ مل جائے اسے بھلا کیا کمی باقی رہ سکتی ہے۔ اسی لیے صبر اور عفو و درگزر کرنا خیر کے خزانوں میں ایک ایسا خزانہ ہے۔ جسے اللہ پاک اپنے محبوب اور مقرب بندوں کو عطا کرتا ہے۔ اللہ کے مقرب بندوں کی زندگی تو ایسی ہوتی ہے کہ لوگ ان کو پہنچنے والے دکھ پر افسوس نہیں کرتے بلکہ ان کے صبر پر رشک کرتے ہیں۔ طبیعتوں میں ٹھنڈک اور نرم مزاجی سے وہ کام بن جاتے

ہیں جو ساری رات عبادتیں کرنے سے بھی نہیں بنتے۔

صبر کی اہمیت کو سمجھنے کے لیے ہمارے لیے تاجدار کائنات حضرت محمدﷺ کی زندگی بہترین نمونہ پیش کرتی ہے۔ آپﷺ پر سنگباری کر کے آپﷺ کا جسم مبارک لہولہان کر دیا گیا، غزوہ احد میں آپﷺ کے دندان مبارک شہید کر دیے گئے۔ راستے میں کانٹے بچھائے گئے، سوشل بائیکاٹ کیا گیا، مجنوں، دیوانہ کہا گیا، اس کے باوجود آپﷺ نے صبر کی اعلیٰ مثال قائم کرتے ہوئے ظالموں کے حق میں دعائیہ کلمات ادا کیے۔ آپﷺ کی ساری زندگی صبر و استقامت کا بہترین عملی نمونہ ہے، جس کے نتیجہ میں اللہ رب العزت آپﷺ کو بے مثال کامیابیوں اور نصرتوں سے نوازتے رہے۔

آپﷺ کی تعلیمات پر عمل پیرا ہوتے ہوئے صحابہ کرامؓ، آئمہ کرام، اہل بیت اطہارؓ نے صبر و تحمل اور عفو و درگزر کی اعلیٰ مثالیں قائم کیں۔ سب سے زیادہ تکالیف اور آزمائشیں اللہ کے برگزیدہ بندوں نے برداشت کیں اور اس پر صبر شکر کیا۔ جتنا زیادہ صبر ہوتا اتنا ہی اعلیٰ و ارفع مقام سے نوازا جاتا رہا۔ اسلام کی ساری تاریخ صبر و تحمل اور عفو و درگزر کی ایک طویل داستان ہے۔ اللہ نے اپنے محبوب بندوں کی صفت بتاتے ہوئے فرمایا کہ ''وہ اپنے غصے کو ضبط کرتے ہیں اور لوگوں کو معاف کر دیتے ہیں۔''

آپﷺ سے کسی نے پوچھا ایمان کیا چیز ہے؟

آپﷺ نے فرمایا صبر۔

حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے فرمایا ''اسلام چار ستونوں پر مبنی ہے۔

ا۔ یقین، ۲۔ صبر، ۳۔ جہاد، ۴۔ عدل

جس میں توکل اور یقین ہوگا کہ اس کا رب اس کے لیے بہتر فیصلے کرنے والے ہیں تو یقیناً وہ صبر کرتے ہوئے اپنے رب پر توکل کرے گا۔

آپﷺ نے فرمایا: ''مومن بندے کا معاملہ بھی عجیب ہے کہ ہر حال میں اس کے لیے خیر ہی خیر ہے۔ اگر اسے خوشی اور راحت پہنچے تو اپنے رب کا شکر ادا کرتا ہے۔ اگر اسے کوئی دکھ یا رنج پہنچتا ہے تو وہ اس پر صبر کرتا ہے یہ صبر بھی اس کے لیے خیر ہی خیر ہے۔''

واصف علی واصفؒ فرماتے ہیں کہ اگر آنکھ کھل جائے تو وہ اس مشکل کا بھی شکر ادا کرتا ہے جو اسے رب سے جوڑنے کا سبب بنی۔ یہاں تک کہ وہ اس گناہ کا بھی شکر ادا کرتا ہے جس کی وجہ سے وہ اپنے رب کے ساتھ جڑا۔

لہٰذا جو دکھ، مصائب و آلام میں صبر اور توکل کرتا ہے اللہ پاک اس کا ساتھ زیادہ دیتے ہوئے اس کو کندن بناتے چلے جاتے ہیں۔ انسان کا اپنے رب سے جڑ جانا اس کے اعمال، کردار، اخلاق اور مقدر کے سنور جانے کا سبب بنتا ہے۔ افراد کے کردار سے ہی اقوام بنتی ہیں۔

جو قومیں مصیبتوں یا مشکل حالات میں صبر کا دامن تھامتے ہوئے آگے بڑھتی ہیں انھیں اللہ کی نصرت حاصل ہوتی ہے اور اس کے برعکس جن قوموں میں عدم برداشت بے صبری اور عفو درگزر سے کام نہ لینے جیسی برائیاں پیدا ہوجائیں وہ افراتفری، عدم اعتماد، عدم تحفظ، بدعملی کا شکار ہوکر تباہی کو اپنا مقدر بنا لیتی ہیں۔ وہ اپنا وقار کھو بیٹھتی ہیں اور صفحہ ہستی سے ان کے نام و نشان تک مٹا دیے جاتے ہیں۔ صبر و تحمل میں کمزوری معاشرے کی تباہی کا سبب بنتی ہے۔

اپنے کھوئے ہوئے وقار کو بحال کرنے کے لیے، دنیا میں اپنے معاشرے اور ملک کو ترقی کی راہوں پہ گامزن کرنے کے لیے، معاشرے سے ناامیدی اور مایوسی کا خاتمہ ضروری ہے۔ صبر و تحمل اور عفو درگزر کو فروغ دینے سے ہی معاشی، معاشرتی، سماجی اور مذہبی انتہا پسندی کا خاتمہ ممکن ہوسکتا ہے۔ صبر کو اپنی زندگیوں میں پروان چڑھانے کے لیے تاجدار کائنات حضرت محمدﷺ کی زندگی ہمارے لیے بہترین نمونہ ہے۔ ☆☆☆☆☆

اظہار تعزیت

گذشتہ ماہ محترم ماسٹر محمود طارق قادری (تحصیل ناظم مرید کے TMQ) کی بھانجی محترمہ اقصیٰ عامر (لائف ممبر) قضائے الٰہی سے انتقال فرما گئی ہیں۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

اللہ تعالیٰ مرحومہ کی بخشش و مغفرت فرمائے اور لواحقین کو صبرِ جمیل اور اجرِ عظیم عطا فرمائے۔ آمین

پریشانیوں کا حل

خود کو بدلیں گے تو سب کچھ بدلا ہوا نظر آئے گا

صبر و شکر سے کام لینا اور اللہ کی رضا پر خوش رہنے میں نجات ہے

مرتبہ: ویشاء وحید

جب کوئی باہر سے سفر کرکے آئے تو ساری فیملی بیٹھ کر اس کی روداد سنتی ہے۔ مغربی دنیا میں یہ کلچر ختم ہوگیا ہے۔ وہاں فیملیز نہیں رہیں، سوسائٹی جس طرح ویسٹانائز ہورہی ہے معلوم نہیں کہ ایک عرصہ کے بعد کسی ملک میں فیملیز کا کلچر بچے گا کہ نہیں۔ جبکہ تحریک منہاج القرآن نئے دور میں پرانی قدروں کو زندہ کرنے کی جنگ لڑ رہی ہے۔ اس کی خاصیت یہ ہے کہ اس میں قدیم و جدید کا امتزاج پایا جاتا ہے۔ نئے طریقے استعمال کرکے مٹی ہوئی قدروں کو زندہ کررہے ہیں جو علم صرف کتابوں میں رہ گیا ہے۔

جیسا کہ لغات میں اب تو شیئر کرنے کا معنی میں بدل گیا ہے اب معنی یہ ہے کہ بیٹھ کر بات کرنا اور سننا جبکہ شیئر کرنے کا معنی پہلے یہ نہیں تھا۔ شیئر کرنے کا معنی تھا کہ شیئر کرنے والا جتنا خوش ہو اتنا سننے والا بھی خوش ہو۔ اگر دل میں خوشی شیئر نہ ہو شیئرنگ نہیں ہوتی تھی۔ بصورت دیگر ایک رکھ رکھاؤ اور ایک رسم ہے۔ اب لوگ صرف رسم نبھاتے ہیں جبکہ شیئر کا معنی تھا وہ کیفیات و احساسات بھی شیئر ہوں۔ اگر ہر شخص دوسرے کی خوشی کو اپنی خوشی، دوسرے کے غم کو اپنا غم تصور کرے گا تو کیفیات و احساسات بھی شیئر ہوں گے تو تب کوئی کسی کے کیفیات و احساسات کو ٹھیس نہیں پہنچا سکے گا۔ نہ اپنے کلام سے، نہ عمل سے کسی کو تکلیف پہنچائے گا کیونکہ وہ محسوس کرتا ہے کہ وہ میرا ہی احساس ہے اس کے بہت زیادہ فوائد ہیں ایک فائدہ یہ ہے اگر کوئی پریشان ہے اس سے پوچھیں کیوں پریشان ہے؟ وہ کہتا ہے فلاں کی وجہ سے پریشان ہوں۔ وہ پریشانی کی وجہ باہر تلاش کرتا ہے۔ اگر وہ ساری زندگی بھی پریشانی کا حل تلاش کرتا رہے اس کا حل نہیں تلاش کرپاتا۔ اس کی پریشانی کبھی دور نہیں ہوگی۔ اس کا علاج اس کے من میں ہے جس پر عمل نہیں ہورہا ہے۔

جب انسان پریشانی کے اسباب دوسروں میں تلاش کرتا رہے گا۔ اس کا کبھی علاج نہیں ہوگا لیکن جب پریشانی کا حل اپنے من میں تلاش کریں اور دوسروں کے ساتھ مل جل کر رہنے کا مادہ اپنے اندر پیدا کرے گا مثلاً جب دونوں اکٹھے آجائیں تو ٹکراؤ ہوتا ہے اگر ایک دائیں ہوجائے دوسرا بائیں ہوجائے تو آسانی سے گزر جائیں گے۔

یہی فلسفہ میاں بیوی کی زندگی کو خوشگوار کرنے کا ہوتا ہے۔ شوہر ایک طرف سے کسی اور خوبیوں کے ساتھ آتا ہے۔ بیوی کسی اور خوبیوں کے ساتھ آتی ہے۔ جب دونوں ایک دوسرے کی بات کو سمجھیں گے تو زندگی آسان ہوجائے گی۔ ہر دو اشخاص میں خوشگواری پیدا کرنے کا یہی اصول ہے کہ اگر فیملی

جب یہ سوچیں کہ وہ ہماری پریشانی کا باعث ہے تو مسئلہ کبھی حل نہیں ہوسکتا۔ آپ کتنے لوگوں کو بدلیں گے اور اپنی جیسی سوچ کا حامل بنائیں گے یہ آسان نہیں۔ اس طرح آپ کو دس گنا زیادہ مشقت اٹھانا پڑے گی، بہتر ہے آپ ہی بدل جائیں تو آپ کو سارے بدلے ہوئے نظر آئیں گے۔ آپ کو سکون ملنا شروع ہوجائے گا۔

بن کر رہیں اور دکھ، سکھ مل کر برداشت کریں تو زندگی آسان ہوجائے اور کسی قسم کی پریشانی کا سامنا نہیں کرنا پڑے گا۔

جب یہ سوچیں کہ وہ ہماری پریشانی کا باعث ہے تو مسئلہ کبھی حل نہیں ہوسکتا۔ آپ کتنے لوگوں کو بدلیں گے اور اپنی جیسی سوچ کا حامل بنائیں گے یہ آسان نہیں۔ اس طرح آپ کو دس گنا زیادہ مشقت اٹھانا پڑے گی، بہتر ہے آپ ہی بدل جائیں تو آپ کو سارے بدلے ہوئے نظر آئیں گے۔ آپ کو سکون ملنا شروع ہوجائے گا۔ آپ سمجھیں گے کہ وہ بدل گیا ہے۔ وہ سکون آپ کو کئی اور چیزوں میں مدد دیے گا۔ جیسے مالی مشکلات کا حل ہمارے بس میں نہیں۔

اسی طرح ڈپریشن کا ایک حل ہے جو دنیاوی اعتبار سے ہے وہ یہ کہ ہر حال میں خوش رہنا شروع کردیں اگر کوئی امر آپ کی طبیعت کے موافق نہیں ہورہا تو اس کو اللہ کا امر سمجھنا شروع کردیں اس کی رضا کے سمندر میں ڈوب جائیں اور سراپائے شکر و رضا بن جائیں گے تو اس سے بڑی حد تک پریشانی سے اپنے آپ کو چھڑالیں گے۔ ایسے پیکر بنیں گے تو آپ کی فیملی کو اس میں سے حصہ ملے گا۔ کوشش کرتے رہیں یہ بہت بڑا مجاہدہ ہے اس سے خیر کا راستہ کھلتا ہے کتنی بڑی بات ہے کہ بندے کو پریشانیوں میں بھی سکون ملتا رہے۔ حالات پریشانی کے ہوں لیکن من میں سکون ہو۔ اس کی مشق کرنے سے اللہ تعالیٰ پریشانی میں بھی راحت کا سامان پیدا فرمادیتا ہے۔ بصورت دیگر سب کی طبیعتیں مختلف ہیں۔ ایک ہاتھ کی انگلیاں بھی برابر نہیں اس میں فرق ہے اس کے علاوہ ایک ہی والدین کے بچوں کی طبیعت میں بھی فرق ہوتا ہے۔ اس لیے یہ نہیں ہوسکتا جیسے آپ ہیں ویسا ہی دوسرا بھی ہو مگر آپ کو تو وہی شخص اچھا لگے گا جو آپ کی طرح ہی سوچے یہ اتنا آسان نہیں ہوتا۔ لیکن آپ خوش اور پرسکون رہنا چاہتے ہیں تو اس کا آسان حل یہ ہے کہ ہر حال میں اللہ کا شکر ادا کرتے ہوئے زندگی گزاریں گے تو پریشانی سے نجات پالیں گے۔

☆☆☆☆☆

﴿سانحہ ارتحال﴾

گزشتہ ماہ نائب صدر MQI اور گروپ ہیڈ ویمن لیگ محترم بریگیڈیئر (ر) اقبال احمد خاں صاحب کی اہلیہ محترمہ رضائے الٰہی سے وفات پاگئیں۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ اللہ پاک مرحومہ کی مغفرت فرمائے اور لواحقین کو صبر جمیل عطا فرمائے۔

شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہرالقادری نے مرحومہ کی بخشش و مغفرت کے لیے خصوصی دعا فرمائی۔ چیئرمین سپریم کونسل محترم ڈاکٹر حسن محی الدین اور صدر MQI محترم ڈاکٹر حسین محی الدین قادری، مادر تحریک محترمہ رفعت جبین قادری، ممبر سپریم کونسل محترمہ ڈاکٹر غزالہ حسن قادری، محترمہ فضہ حسین قادری، صدر ویمن لیگ محترمہ فرح ناز، ناظمہ ویمن لیگ محترمہ سدرہ کرامت اور مرکزی ٹیم نے ان کی وفات پر گہرے دکھ کا اظہار کیا اور مرحومہ کی بخشش و مغفرت کے لیے خصوصی دعائیں کیں۔

گلدستہ

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی چشم مبارک سو جاتی مگر دل بیدار رہتا

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بدن پر مکھی بیٹھتی اور نہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا سایہ زمین پر پڑتا

شرک، والدین کی نافرمانی، جھوٹی گواہی، قتل ناحق کبیرہ گناہ ہیں

مرتبہ: حافظہ سحر عنبرین

محبوبِ خدا جیسا نہ کوئی:

آپ ﷺ کی قوت سامعہ سب سے بڑھ کر تھی۔ یہاں تک کہ اکثر اژدھام ملائک کے سبب آسمان میں جو آواز پیدا ہوتی اس کو بھی سن لیتے اور حضرت جبرئیلؑ ابھی سدرۃ المنتہیٰ میں ہوتے تو ان کے بازوؤں کی آواز سُن لیتے تھے۔آپ ﷺ کی قوت شامہ اتنی تیز تھی کہ جبرائیل امین ابھی سدرۃ المنتہیٰ پر ہوتے تو ان کی خوشبو مبارک کو سونگھ لیتے تھے۔خواب (نیند) میں آپ ﷺ کی چشم مبارک سو جاتی مگر دل بیدار رہتا۔بعض کہتے ہیں کہ دیگر انبیاءؑ کا بھی یہی حال تھا۔آپ ﷺ کا پسینہ مبارک کستوری سے زیادہ خوشبودار تھا۔آپ ﷺ کا قد مبارک درمیانہ تھا مگر جب دوسروں کے ساتھ چلتے یا بیٹھتے تو سب سے بلند نظر آتے باطن کی طرح ظاہری صورت میں بھی کوئی آپ سے بڑا نہ ہو۔آپ ﷺ کے بدن مبارک پر مکھی نہ بیٹھتی تھی۔ آپ ﷺ کا سایہ مبارک زمین پر نہیں پڑتا تا کہ کسی کے قدموں سے بے ادبی نہ ہو۔آپ ﷺ کے حسن و جمال کو کوئی آنکھ بھر کر نہیں دیکھ سکتا تھا۔ آپ ﷺ جب چلتے تو فرشتے (بغرض حفاظت) پیچھے چلتے۔

آپ ﷺ جس درخت کو ہاتھ لگاتے وہ اسی سال پھل دیتا۔آپ ﷺ جس خوش نصیب کے سر پر اپنا دست مبارک رکھتے تو اس کے بال ہمیشہ سیاہ رہتے کبھی سفید نہ ہوئے۔

ادیب عرب کے جوامع الکلم:

رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: کبیرہ گناہ اللہ کے ساتھ کسی کو شریک ٹھہرانا، والدین کی نافرمانی کرنا، کسی کو بے گناہ قتل کرنا اور جھوٹی شہادت دینا ہے۔(صحیح بخاری)

رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: اللہ کے نزدیک سب عملوں میں وہ عمل زیادہ محبوب ہے جو دائمی ہو، اگرچہ تھوڑا ہو۔

رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: پہلوان شخص وہ نہیں جو لوگوں کو پچھاڑ دے بلکہ پہلوان وہ شخص ہے جو غصہ کے وقت اپنے نفس پر قابو رکھے۔(صحیح بخاری وصحیح مسلم)

رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: اگر کوئی شخص (روزہ رکھ کر بھی) جھوٹ بولنا اور اس پر عمل کرنا نہیں چھوڑتا تو اللہ تعالیٰ کو اس کی کوئی ضرورت نہیں کہ وہ اپنا کھانا پینا چھوڑ دے۔(صحیح بخاری)

رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: تم میں سے وہ شخص میرے نزدیک زیادہ محبوب ہے جو اچھے اخلاق والا ہو۔(صحیح بخاری وصحیح مسلم)

رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: اللہ تعالیٰ بندہ کی مدد کرتا

رہتا ہے جب تک بندہ اپنے بھائی کی مدد کرتا رہے۔ (صحیح مسلم)

رسول اللہﷺ نے ارشاد فرمایا: جب امانتوں میں خیانت ہونے لگے تو بس قیامت کا انتظار کرو۔ (صحیح بخاری)

رسول اللہﷺ نے ارشاد فرمایا: حرام کھانے، پینے اور حرام پہننے والوں کی دعائیں کیسے قبول ہوں۔ (صحیح مسلم)

رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: تمہیں اپنے کمزوروں کے طفیل سے رزق دیا جاتا ہے اور تمہاری مدد کی جاتی ہے۔ (صحیح بخاری)

رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: رشک دو ہی آدمیوں پر ہوسکتا ہے، ایک وہ جسے اللہ نے مال دیا اور اسے مال کو راہ حق میں لٹانے کی پوری طرح توفیق ملی ہوئی ہے۔ اور دوسرا وہ جسے اللہ نے حکمت دی ہے اور وہ اس کے ذریعہ فیصلہ کرتا ہے اور اس کی تعلیم دیتا ہے۔ (صحیح بخاری)

طب نبوی:

پیغمبر اسلامﷺ نے اپنی حیات میں جہاں روحانی اور باطنی بیماریوں کے حل تجویز فرمائے وہیں جسمانی اور ظاہری امراض کے لیے بھی اس قدر آسان اور نفع بخش ہدایات دیں کہ دنیا چاہے جتنی بھی ترقی کر لے لیکن ان سے انحراف نہیں کر سکتی۔ طب نبویﷺ کے استعمال سے دنیا خطرناک بیماریوں سے چھٹکارا پاسکتی ہے۔ اگر ہم اپنے کھانے اور سونے کی ترتیب سنت کے مطابق بنالیں تو بہت سی بیماریوں سے محفوظ رہ سکتے ہیں۔

صبح بھاری غذائیں جیسے سری پائے، حلوہ پوڑی یا نان چنے کے بجائے ہلکا ناشتہ کریں، کیونکہ ساری رات کے بعد معدہ کا سائز کم ہوا ہوتا ہے اور بھاری اشیاء کا ناشتہ معدہ پر مزید بوجھ کا باعث بنتا ہے۔ رات کو ایک گلاس پانی میں پانچ یا سات کھجوریں بھگو کر رکھ دیں اور صبح اٹھ کر پہلے اس کا پانی پئیں اور بعدازاں کھجوریں کھالیں۔ ناشتہ صبح سات اور آٹھ بجے کے درمیان کر لینا چاہئے۔ ناشتہ بنیادی طور پر افطارِ معدہ ہوتا ہے جو بھاری غذاؤں پر مشتمل نہیں ہونا چاہئے۔ انگریز قوم اسی لئے صبح ناشتہ میں انڈا سلائس کھانا پسند کرتی ہے۔ گیارہ بجے کے قریب جب آپ کا توانائی لیول کم ہونے لگے تو کوئی ہلکی چیز کھالیں۔ دوپہر کا کھانا ایک اور دو بجے کے درمیان کھالیں اور اس کے بعد قیلولہ ضرور کریں یہ سنت رسولﷺ بھی ہے۔ پانچ بجے کے قریب آپ ایک بار پھر کوئی پھل وغیرہ کھائیں اور چائے بھی پی سکتے ہیں۔ رات کا کھانا مغرب اور عشاء کے درمیان ضرور کھا لینا چاہئے۔ رات کا کھانا ہر حال میں کھانا چاہئے اور احادیث میں اس کی تاکید بھی آئی ہے کہ رات کا کھانا ضرور کھاؤ۔ رات سونے سے کم ازکم دو گھنٹے قبل رات کا کھانا کھالیں۔ اس کے بعد پانچ یا دس منٹ چہل قدمی بھی ضرور کریں، زیادہ دیر تک واک کرنا بھی نقصان دہ ہے۔ عشاء کی نماز کے بعد سو جانا صحت کیلئے انتہائی فائدہ مند ہے، اگر آپ رات دیر تک جاگتے رہتے ہیں تو آپ کے خون میں موجود سرخ خلیے جلنا شروع ہو جاتے ہیں جو صحت کیلئے نقصان دہ ہے۔ اس سے دماغ کی کارکردگی بھی بری طرح متاثر ہوتی ہے۔ رات دیر تک جاگنے والے افراد میں پٹھوں اور جوڑوں کے درد کی شکایت عام ہو رہی ہے۔ صبح نماز کیلئے اٹھنا عبادت کے ساتھ ساتھ صحت کیلئے بھی بڑا فائدہ مند ہے۔

بعض افراد خالی معدہ چائے پیتے ہیں جسے ایلیٹ طبقہ میں بیڈ ٹی کا نام بھی دیا جاتا ہے، یاد رکھیں ایسا کرنا بہت سنگین بیماریوں کو جنم دیتا ہے۔ لسی گردے اور مثانہ کی بہت سی بیماریوں کا علاج ہے۔ حدیث شریف کا مفہوم ہے کہ دو ہم مزاج اشیاء کھانے میں اکٹھی نہ کرو۔ دوپہر اور شام کے کھانے کے بعد چائے بالکل نہ پئیں۔ کھانے کے بعد پانی پینا بھی منع ہے چہ جائیکہ ہم چائے یا کولڈ ڈرنک کا استعمال کریں، ایسا کرنا صحت کیلئے نقصان دہ ہے۔

☆☆☆☆☆

منہاج القرآن ویمن لیگ گوجرانوالہ کے زیر اہتمام سیرۃ النبی ﷺ کانفرنس کا انعقاد
صدر ویمن لیگ محترمہ ڈاکٹر فرح ناز کا خصوصی خطاب

منہاج القرآن ویمن لیگ راولپنڈی کے زیر اہتمام سیرۃ النبی ﷺ کانفرنس کا انعقاد
ناظمہ ویمن لیگ محترمہ سدرہ کرامت کا خصوصی خطاب

Monthly
DUKHTARAN-E-ISLAM
NOV-2021
LAHORE
Regd CPL No.45

MAWLID-UN-NABI

SHAYKH-UL-ISLAM
DR MUHAMMAD TAHIR-UL-QADRI'S

NEW BOOKS 2021